Regd No P 67

رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ
۶ روپے
ششماہی ۵۰-۳ روپے
ممالک غیر
۵۰-۷ روپے
فی پرچہ ۱۳ نئے پیسے

جلد ۱۰ | ۲۳ امان ۱۳۴۰ ہش ۵ شوال ۱۳۸۰ھ ۲۳ مارچ سنہ ۱۹۶۱ء | نمبر ۱۲

اخبار احمدیہ

ربوہ ۱۷ مارچ (بوقت دس بجے صبح) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ آج کی رپورٹ مظہر ہے کہ

اس وقت طبیعت بفضلہ تعالیٰ بہتر ہے۔

احباب جماعت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کاملہ و عاجلہ اور درازیٔ عمر کے لئے خاص توجہ اور التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضور کو جلد کامل شفا عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۲۱ مارچ۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد سلمہ ربہٗ مع اہل و عیال پاکستان تشریف لے گئے ہیں۔ اور چند روز ہی میں لوٹنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں سب کا حامی و ناصر ہو۔ اور بخیریت دار الامان میں واپس لائے۔ آمین۔

گورنر آف مہاراشٹر کی خدمت میں قرآن کریم کا تحفہ

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن۔ بمبئی

۴ مارچ سنہ ۱۹۶۱ء کو گورنر آف مہاراشٹر شری پرکاش جی نے مجھے ملاقات کے لئے راج بھون بلایا تھا۔ میں وقت مقررہ پر اپنے چند دوستوں کے ہمراہ ان سے ملنے گیا۔ اس وفد میں جو احباب شامل تھے ان کے نام یہ ہیں:-

۱۔ مکرم پی عبد الرزاق صاحب صدر جماعت احمدیہ بمبئی۔
۲۔ مکرم یوسف علی صاحب عرفانی
۳۔ مکرم ڈاکٹر منصور احمد صاحب لکھنوی
۴۔ مکرم محمد سلیمان صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی۔
۵۔ مکرم سیٹھ عبد اللطیف صاحب میمن
۶۔ اور خاکسار۔

ہم لوگ ٹھیک دن کے گیارہ بجے راج بھون پہونچے۔ گورنر کے اے ڈی کانگ نے ہم لوگوں کا استقبال کیا۔ اور ویٹنگ روم میں بٹھایا۔ پھر فوراً ہی وہ ہمیں ملاقات کے ایک کمرے میں لے گئے۔ اس اس وقت گورنر صاحب ہنگری کے مشہور پہلوان کنگ کانگ سے مصروف گفتگو تھے۔ جنہیں ۲ مارچ کو "رستم زماں گاماں کے بھتیجے نے "فری اسٹائل کشتی" میں شکست فاش دی تھی۔ اور یہ تماشہ دیکھنے بمبئی کے لگ بھگ ایک لاکھ آدمی اکٹھے ہوئے تھے۔ ہم لوگوں کو ملاقات کے کمرے میں پانچ منٹ تک گورنر صاحب کی تشریف آوری کا انتظار کرنا پڑا۔ ہماری نظریں تو اتنی دیر سمندر کی مسحور کن لہروں سے کھیل رہی تھیں کہ یکایک یہ آواز بلند ہوئی۔

"معاف کیجئے گا ذرا دیر ہو گئی۔ بات یہ ہے کہ کنگ کانگ صاحب آئے ہوئے تھے ان کی خاطر مدارات میں وقت لگ گیا۔"

گورنر صاحب یہ فرماتے ہوئے اپنی نشست کے پاس آئے۔ ہم لوگوں نے سلام و مصافحہ کیا۔ فریقین نے ایک دوسرے کی خیریت دریافت کی۔

اسی اثناء میں تنقلات کا ایک خوان آیا۔ میں نے معذرت کی اور کہا کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے ہم لوگ روزے سے ہیں یہ کہتے ہی ایسا محسوس ہوا کہ گورنر صاحب کو کوئی بات یاد آگئی۔ بنارس کا بچپن۔ مولوی ہاشم صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنا۔ اور اردو اور فارسی کا پڑھنا۔ مسلمانوں سے میل جول۔ ایک دوسرے کے تہوار میں شرکت۔ رمضان شریف کا احترام وغیرہ۔

گورنر صاحب نے اپنی یہ زندگی بڑے مؤثر انداز میں بیان کی۔ اپنی زندگی کے کئی واقعات بیان کئے۔ اور اسلامی ارکان آداب معاشرت ہر چیز کا بڑے احترام سے ذکر کیا۔ آپ بہت فصیح و بلیغ اردو میں اپنے جذبات بیان کر رہے تھے۔ اتنی فصیح کہ مجھ سے رہا نہ گیا اور بے ساختہ کہا کہ میں آپ کی اردو سے بہت محظوظ ہو رہا ہوں گورنر صاحب نے پھر ایک ٹھنڈی آہ کھینچی اور کہا کہ ہمارے بچپن کی زبان تو یہی ہے آپ نے فرمایا کہ ہم جن دنوں مکتب پڑھا کرتے تھے۔ ان دنوں ہندی کا اتنا پرچار کہاں تھا۔ ان دنوں تو ہندی جنم ہی لے رہی تھی۔

اس طرح کی بے تکلفی کی باتیں ہوتی رہیں آخر میں نے قرآن مجید انگریزی ترجمہ والا مطبوعہ ہالینڈ کا ایک نسخہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے لیا اور آنکھوں سے لگایا۔

آپ نے یہ قرآن شریف دیکھ کر مولوی محمد علی صاحب لاہوری اور پکتھال کے ترجمے کا ذکر کیا کہ میں یہ دونوں ترجمے دیکھ چکا ہوں۔ اب یہ ترجمہ بھی دیکھوں گا۔

اس کے بعد جماعت احمدیہ کے متعلق بات چیت ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ میں دو خوبیوں کے باعث جماعت احمدیہ کو پسند کرتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ جس بزرگ نے اس جماعت کی بنیاد ڈالی وہ ہندوستانی ہیں۔ ان کی پیدائش بھارت میں ہوئی یہیں زندگی بسر کی۔ اور یہیں دفن ہوئے احمدیت کی دوسری خوبی آپ نے یہ بیان فرمائی کہ یہ بڑی رواداری کی تعلیم پیش کرتی ہے۔ اپنے والد صاحب ڈاکٹر بھگوان داس کا حوالہ دے کر کہا کہ وہ ہمیشہ قرآن مجید کی اس آیت کا بڑے احترام سے ذکر کرتے تھے کہ

کوئی قوم ایسی نہیں جہاں خدا کے
پیغمبر نہ آئے ہوں

آپ نے کہا کہ اس وقت مسلمانوں میں غالباً جماعت احمدیہ ہی ایسی جماعت ہے جو اس آیت کے اقتضاء پر عمل کرتی ہے۔ میں نے اسی جگہ گورنر صاحب سے کہا کہ ہم لوگ اخیر اپریل یا مئی میں اسی آیت کی ہدایت کے مطابق ایک "یوم پیشوایان مذاہب" منانا چاہتے ہیں۔ اور اس کی صدارت کے لئے آپ کی منظوری چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اس کو اپنی عزت افزائی سمجھتے ہیں۔ مگر یہ جلسہ مئی میں ہو تو اس کی تاریخ ۱۶ مئی رکھئیے۔ میں اس دن یہاں موجود ہوں گا میں نے بڑی تفصیل سے پروگرام طے کیا۔ اور امید ہے کہ اگر کوئی خاص مجبوری پیش نہ آئی تو انشاء اللہ مئی میں ہم گورنر صاحب کی صدارت میں "یوم پیشوایان مذاہب" منائیں گے۔

اس کے بعد گفتگو کا رخ سب سے بات حاضرہ کی طرف مڑا۔ اور آپ نے ہندو پاک کی فرقہ وارانہ کشیدگی پر بڑے ہی افسوس کا اظہار کیا۔

اتنی گفتگو بہت مفصل اور بڑی اشتیاق سے کی اردو میں ہوئی۔ اب پندرہ بیس منٹ گذر چکے تھے۔ اے ڈی کانگ نے آکر خبر دی کہ دوسرے ملنے والے بھی آگئے ہیں۔ گورنر صاحب نے اٹھنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر پھر بیٹھ گئے۔ وہ کچھ اور کہنا چاہتے تھے۔

اب انہوں نے یوپی کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے سہانے دنوں کا ذکر کیا۔ اور کہا کہ پاکستان بننے سے ہندوستان کو جو ایک عظیم نقصان پہنچا وہ یہ ہے کہ یوپی کے ہندوؤں اور مسلمانوں نے مل جل کر جو ایک مخلوط تہذیب کی تعمیر کی تھی وہ اب ختم ہو رہی ہے۔ پہلے ہم ساری دنیا کے سامنے اس بے نظیر مخلوط تہذیب کا حوالہ دیتے تھے۔ مگر اب گنگا و جمنا بدل گئے۔ یہ باتیں آپ نے بہت دکھ بھرے انداز میں کہیں۔ جب ہم لوگوں نے آپ سے رخصت چاہی تو یہی باتیں کرتے ہوئے اٹھے۔ اور معلوم نہیں کہ آپ دل کی کتنی گہرائی سے یہ بات کہہ رہے تھے کہ یہی کہتے ہوئے دروازے تک آگئے۔ اور پھر وہاں بھی کچھ دیر رک کر یہی باتیں کہتے رہے۔ آخر ہم لوگوں نے آپ کو الوداع کہا۔ اور آپ کے اے ڈی کانگ ہمیں باہر کے دروازے تک رخصت کرنے آئے۔

۲۰ مارچ کو راج بھون میں پھولوں کی نمائش لگی تھی۔ ہم لوگ اب باہر نکل کر پھولوں کی نمائش دیکھنے چلے گئے۔ دیش بدیش کے رنگ برنگ کے پھول تھے۔ آنکھیں تو بہت ہی محظوظ ہوئیں۔ ان پھولوں میں سب اچھے اور تر و تازہ پھول جاپان کے تھے ہم نے اس وقت یہ دعا کی کاش جاپان ملکوں نے تو ہمارے دیش میں ایسے پھول بھیجے ہیں جن کی بہار چند روزہ ہے۔ مگر ہم تو ہمارے ملک کو ان دیشوں میں ایسے پھول بھیجنے کی توفیق بخش جن کی بہار سرمدی ہو۔ آمین ثم آمین۔

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان — مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۶۱ء

قادیان میں رمضان کا آخری عشرہ
اور
عید سعید کی مبارک تقریب

رمضان شریف کا مبارک مہینہ آیا اور گنتی کے یہ بابرکت ایام یکے بعد دیگرے تمام ہوئے۔ اُس شخص کی خوش نصیبی میں کیا شک جسے رمضان کی برکات سے استفادہ کی توفیق ملی۔ اور اس نے حتی الامکان قرب الٰہی کے حصول کے لئے سعی کی!!

احمدیت کے دائمی مرکز قادیان میں بھی احباب جماعت نے اس بابرکت مہینہ کو خصوصی عبادات اور دعاؤں کے التزام کے ساتھ گذارا۔ اور آخری عشرہ میں تو انوار و برکات الٰہیہ کے حصول کے لئے نسبتاً زیادہ توجہ الی اللہ اور انہماک میں گذرا۔ ایک درجن دوستوں نے ہر دو مرکزی مساجد میں اعتکاف کی سعادت حاصل کی۔ علاوہ ازیں دن کے وقت روزہ کے التزام کے ساتھ انفرادی نوافل و ذکر الٰہی کے علاوہ بنماز ظہر یا عصر مسجد اقصیٰ میں کم و بیش ایک سپارہ کا روزانہ درس القرآن کا انتظام رہا۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے پہلے روزے سے اس کا آغاز فرمایا اور تیسرے نمبر پر مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل نے ۲۹ ویں روزے قرآن پاک کا یہ دور مکمل فرمایا۔ رات کو بعد نماز عشاء مسجد اقصیٰ میں اور بوقت سحر مسجد مبارک میں مکرم حافظ الدین صاحب نے نماز تراویح کے اندر قرآن پاک کے دو دور ۲۷ رمضان کو مکمل کر لئے۔ ہر دو مقامات پر محترم مولوی عبدالرحمان صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان نے اختتامی دعا کرائی۔ مسجد اقصیٰ میں دعا سے قبل آپ نے اس بابرکت وقت کو پانے اور اس سے روحانی فائدہ حاصل کرنے پر خدا کا شکر ادا کیا اور احباب جماعت کو کلام اللہ کے معانی و مطالب پر آگاہی

. . . .

. . . . حاصل کرنے کی بھی تلقین فرمائی۔ ۲۹ رمضان بعد نماز عصر ترجمہ و تفسیر کے ساتھ قرآن مجید کا دور مکمل ہو جانے پر تمام مقامی احباب مسجد اقصیٰ میں اجتماعی دعا میں شرکت کے لئے جمع ہوئے۔ اس موقعہ پر بھی محترمی امیر صاحب مقامی نے خطاب کرتے ہوئے پہلے تو اس امر پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اُس نے اس مبارک مہینہ میں ہمیں قرآن کریم کے متعدد دور کرنے کی سعادت بخشی اور اپنے قرب کے حصول کے مواقع میسر فرمائے۔ اور پھر حدیث نبوی خیرکم من تعلّم القرآن وعلّمہٗ (تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کریم پڑھتے اور پڑھاتے ہیں) کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ خیر و برکت کے حاصل کرنے کا عمدہ ذریعہ قرآن پاک کا پڑھنا اور پڑھانا ہے۔ اور ہم میں سے کون ہے جو اس کا خواہش مند نہ ہو۔ پھر آپ نے دعا کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ ترقی اسلام کے لئے دعا کریں۔ ان متبرک وجودوں کے لئے دعا کریں جن کے ساتھ اسلام کی ترقی وابستہ ہے۔ سب سے مقدم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔ حضور کے بعد حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی اور سلسلہ کے بلند پایہ علماء اور مبلغین اسلام جو دور دراز علاقوں میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ اسی طرح اس موقعہ پر بیرونجات سے جن دوستوں نے خطوط اور تاروں کے ذریعہ اپنی مختلف حاجات کے لئے دعا کی درخواستیں کی ہیں۔ انہیں بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ خدا تعالیٰ سب کے نیک مقاصد کو پورا کرے۔ ان کی مرادیں اُنہیں دکھائے۔ ان کی تکالیف اور مصیبتوں کو دور کرے۔ جملہ احمدیوں کے علاوہ تمام غیر احمدیوں بلکہ غیر مسلموں کے لئے بھی دعا کی جائے۔ کہ اُنہیں بھی نور احمدیت و اسلام سے منور ہونے کی سعادت حاصل ہو۔ تا وہ بھی اپنی زندگی کے مقصد حقیقی کو پانے والے بنیں۔ — اس کے بعد بڑے سوز و گداز کے ساتھ ایک لمبی اجتماعی دعا ہوئی۔

عید الفطر

۲۹ رمضان کے بعد ہندوستان میں شوال کا چاند نظر نہ آنے کے باعث مورخہ ۱۸ مارچ کو ۳۰ واں روزہ مکمل کئے جانے کے بعد اگلے روز ۱۹ مارچ کو قادیان میں عید الفطر کی مبارک تقریب منائی گئی۔ نظارت تعلیم و تربیت کی طرف سے پروگرام تو یہی تھا کہ عید کا دوگانہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے باغ میں ادا کیا جائے۔ مگر اس رات کافی ترشح ہو جانے کے باعث مسجد اقصیٰ ہی میں عید کی نماز ادا کرنے کا آخری فیصلہ ہوا۔ چنانچہ ٹھیک ۸½ بجے مسنون طریق پر محترم امیر صاحب مقامی نے نماز عید پڑھائی اور بعدہٗ تقریب کے مناسب حال مختصر مگر جامع خطبہ دیا۔ جس میں آپ نے فرمایا:—

آج کا دن مسلمانوں میں عید کا دن کہلاتا ہے۔ اس میں مسلمان خود بھی اور ان کے اہل و عیال بلکہ نوکر چاکر ان کی خوشی میں شریک ہوتے ہیں۔ اچھے کپڑے پہنتے اور اچھے کھانے کھاتے اور خوشی مناتے ہیں۔ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ اُنہیں آج کے دن وہ کیا چیز مل گئی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اس قدر خوشی مناتے ہیں۔ کیا کوئی جاگیر ہاتھ آ گئی یا کوئی دوسرا دنیوی نفع حاصل ہوا؟ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے لگاتار ایک ماہ کی انفرادی اور اجتماعی عبادات و ریاضت کا دور بخیر و خوبی مکمل کر لینے کی خوشی منائی جا رہی ہے۔ بلاشبہ جس نے مہینہ بھر رمضان کے روزے رکھے اور ساتھ ہی روزے کے دوسرے تقاضوں کو بھی پورا کرنے کا اہتمام کیا یا روزے دار کے نیچے جو اسی کا ظل اور تابع ہیں آج ان سب کو عید منانے اور خوش ہونے کا پورا حق حاصل ہے لیکن جس نے نہ تو روزے ہی رکھے اور نہ ہی رمضان کی عظمت و اہمیت کو سمجھا اور کسی طرح کی نیک تبدیلی پیدا نہ کی تو حقیقت کی نگاہ میں اُسے عید منانے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

آپ نے فرمایا ہم پر رمضان کا مبارک مہینہ آیا۔ اور ہم نے روزے رکھے متواتر نماز تہجد ادا کی۔ قرآن کریم کا دور کیا اور آخری عشرہ میں اعتکاف کیا۔ لیلۃ القدر کی تلاش کے لئے خدا تعالیٰ کی درگاہ میں روتے اور گڑگڑاتے۔ ان تمام نیکیوں کے لئے توفیق ملنے پر آج کے دن خدا تعالیٰ کے حضور شکرانہ کی نماز ادا کرنے لئے ہم سب جمع ہوئے ہیں۔ گویا پہلے اگر پانچ نمازیں ادا کرتے تھے تو آج کے دن چھ نمازیں ہو گئیں۔ اور عید کی خوشی اور مسرت کو منانے کی یہ بہترین صورت ہے۔ تا اس میں بھی عبودیت کا اظہار ہو۔

خطبہ جاری رکھتے ہوئے محترم امیر صاحب نے فرمایا کہ رمضان میں ہم نے اپنی خواہشات کو بند کر دیا وقتی طور پر کھانا ترک کر دیا ہمیں خدا تعالیٰ نے اس طرف توجہ دلائی کہ جب جائز چیزوں کو کسی خاص حکم کی وجہ سے ترک کر دیا۔ تو کیوں نہ ایک انسان خدا تعالیٰ کی طرف سے ممنوعہ چیزوں کو ترک کر دے۔ اسی طرح رمضان میں صدقہ و خیرات کی تلقین کی گئی حتیٰ کہ آخری عشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں خصوصیت سے شدّ مئزرہٗ (خاص اہتمام) کا نمونہ دکھاتے چنانچہ اس کے مطابق ہم نے بھی اپنی اپنی توفیق کے مطابق عمل درآمد کیا۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ تا قرآن کریم کے بیان کے مطابق ہمیں خدا تعالیٰ کا حقیقی تقویٰ حاصل ہو۔ جو روزوں کا اصل مقصد ہے۔ آخر پر آپ نے فرمایا کہ آج ہم خدا تعالیٰ کی اُن رحمتوں اور فضلوں کے امیدوار ہیں جن کا اُس نے اپنے متقی بندوں سے وعدہ فرمایا۔ خدا تعالیٰ ہمیں ان سب انعامات کا وارث بنائے آمین۔

اس کے بعد ایک لمبی اجتماعی دعا ہوئی اور بعد دعا تمام دوست ایک دوسرے کو عید مبارک کا ہدیہ تہنیت پیش کرتے ہوئے خوشی خوشی باہم بغلگیر ہوئے۔ اور یہ تقریب بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

بہشتی مقبرہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:—

(۱) "ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی اور اس کا نام "بہشتی مقبرہ" رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں۔"

(۲) "اس قبرستان کے لئے بڑی بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ بہشتی مقبرہ ہے۔ بلکہ یہ بھی فرمایا کہ انزل فیھا کل رحمۃ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتاری گئی ہے۔ اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں۔"

(۳) "خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں تا آئندہ کی نسلیں ایک ہی جگہ ان کو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں اور تا ان کے کارنامے یعنی جو خدا کے لئے اُنہوں نے دینی کام کئے ہمیشہ قوم پر ظاہر ہوں۔"

(مرسلہ سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

خطبہ عید الفطر

ہماری سب سے بڑی عید اسی وقت ہوگی جب اسلام دُنیا کے کناروں تک پھیل جائے گا

(ارشاد)

دُنیا کے چپّہ چپّہ پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی حکومت قائم ہو جائے گی!

اسلام کا درد اپنے دل میں پیدا کرو اور ہمیشہ خدا تعالےٰ کی مرضی کو اپنی مرضی پر مقدم رکھو!

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۷ ر جولائی ۱۹۴۸ء بمقام پارک ہاؤس کوئٹہ

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

کہا جاتا ہے کہ انسان متضاد جذبات پیدا نہیں کر سکتا یا کہا جاتا ہے کہ متضاد کیفیتیں منافق کی علامت ہوتی ہیں لیکن

حقیقت یہ ہے

کہ متضاد جذبات ہر زمانہ میں اور ہر وقت منافقت کی علامت نہیں ہوا کرتے بلکہ بعض دفعہ متضاد جذبات پیش کرنا اعلیٰ درجہ کے اخلاق کی علامت ہوتے ہیں۔ بلکہ حق یہ ہے کہ اگر متضاد جذبات پیش نہ کئے جائیں تو یہ انسان کی کمزوری سمجھی جاتی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک دفعہ ایک صحابی کو جہاد پر بھجوایا گیا۔ ان کا بچہ سخت بیمار تھا وہ اُسے بیمار چھوڑ کر بغیر کوئی عذر کئے جہاد پر چلے گئے جب وہ واپس آئے تو ان کی بیوی نہا دھو کر ان کے استقبال کے لئے خوشی خوشی بیٹھ گئی۔ اُنہوں نے گھر آتے ہی پوچھا کہ بچے کا کیا حال ہے۔ بیوی نے جواب دیا کہ بچے کو اب بالکل سکون ہے۔ پھر اس نے آپ کو کھانا کھلایا اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہی۔ رات کو جب بستر پر لیٹے تو بیوی نے کہا میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں۔ اُنھوں نے کہا پوچھو۔ بیوی نے کہا اگر کوئی شخص

کسی کے پاس امانت

رکھ جائے اور کچھ عرصہ کے بعد وہ اپنی امانت واپس لینے کے لئے آئے تو کیا اس کی امانت واپس کر دینی چاہیئے یا نہیں؟ اُنہوں نے کہا یہ کونسا مسئلہ ہے اگر کسی کی امانت ہے تو اسے ضرور واپس کر دینی چاہیئے۔ بیوی نے کہا ہمارے پاس بھی بچہ کی شکل میں اللہ تعالےٰ کی ایک امانت تھی جو اس نے واپس لے لی ہے۔ اور وہ فوت ہو چکا ہے۔ اب دیکھو یہ اس عورت کے ایمان کی کیفیت تھی کہ اس نے اپنے غم کو دبا لیا اور اُسے ظاہر نہ ہونے دیا۔ وہ اپنے دل پر جبر کر کے نہا دھو کر بیٹھ گئی۔ اور اپنے خاوند کو اس نے تسلی دی۔ کھانا کھلایا۔ اور یہ نہ بتایا کہ بچہ مر گیا ہے تاکہ اُسے زیادہ صدمہ نہ پہنچے اور وہ اس کے نتیجہ میں کوئی ایسی بات نہ کہہ دے جس سے اس کا ثواب کم ہو جائے یہ جذبہ بظاہر متضاد تھا۔ لیکن حقیقتاً یہی جذبہ اس وقت اُس کے

ایمان کی حقیقی تصویر

تھا اگر وہ اپنے اندرونی جذبات کو ظاہر کرتی۔ روتی اور واویلا کرتی تو وہ متضاد جذبات کا اظہار نہ کرتی۔ اس کا ظاہر اور باطن ایک ہوتا اور پھر اس کا یہ فعل ایمان کی کمزوری کی بھی علامت ہوتا اور قومی اخلاق اور قربانیوں کے بھی خلاف ہوتا پس بعض متضاد حقیقتیں بھی ایسی ہوتی ہیں جو حقیقت حال پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ایک قسم کے جذبات کا اظہار ہر جگہ پسندیدہ نہیں ہوتا مثلاً ایک شخص دوسرے سے ناراض ہے۔ وہ اس کے پاس آتا ہے تو وہ بشاشت کے ساتھ اُس سے پیش آتا ہے اور اپنی ناراضگی کا اظہار نہیں کرتا اور گو اس کے دل میں ابھی رنج ہوتا ہے مگر اس کے دبانے میں وہ ایک حد تک کامیاب ہو جاتا ہے۔ لیکن ایک دوسرا شخص ہوتا ہے جو غصہ بھی نکالتا ہے اور بات بھی کر لیتا ہے اب بظاہر یہ کہا جائے گا کہ دوسرا شخص دل کا زیادہ صاف ہے اور جو کچھ اس کے اندر ہوتا ہے وہ ظاہر کر دیتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ غصہ کو دبا لینا اور اس میں کامیاب ہو جانا گو بظاہر اندرونی جذبات کے خلاف فعل ہے۔ مگر وہی شخص

سچا اور حقیقی مومن

کہلائے گا۔ اسی طرح ہر انسان کے لئے عید بھی عید نہیں ہوا کرتی۔ ہزاروں مسلمان ایسے ہوں گے جن کے گھروں میں آج ماتم ہو گیا ہوگا۔ آخر چالیس کروڑ مسلمان ہیں۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ کسی ایک گھر میں بھی آج موت نہ ہوئی ہو۔ ایسی حالت میں بعض تو اپنے غم کی وجہ سے عید میں کوئی حصہ ہی نہیں لے رہے ہوں گے۔ اور بعض ایسے ہوں گے جو میت کو خدا کے حوالے کر کے عید کی نماز کے لئے چلے گئے ہوں گے۔ اب بظاہر وہ جو نماز کے لئے چلے گئے اُنہوں نے منافقت کا اظہار کیا۔ ان کا ظاہر اور تھا اور باطن اور تھا اور جو گھر میں بیٹھے رہے۔ وہ صاف دل ظاہر کرتے تھے۔ لیکن درحقیقت جو لوگ اپنے مردے کو خدا کے حوالہ کر کے عید کے لئے چلے گئے وہی سچے مومن ہیں۔ کیونکہ اُنہوں نے خدا کی مرضی کو اپنی مرضی پر مقدم کر لیا۔

یہ تو ایک فردی مصیبت کی مثال ہے۔ ایمان اس کے مقابلہ میں آج لاکھوں مسلمان ایسے ہیں جو دیکھ رہے ہیں کہ

اسلام کا نام اب صرف زبانوں پر

رہ گیا ہے۔ اور کفر دنیا پر غالب ہے۔ مگر اس کے باوجود ان کے دل میں کوئی

درد پیدا نہیں ہوتا۔ ان کے دل میں کوئی دکھ پیدا نہیں ہوتا۔ وہ عید کی خوشیاں مناتے ہیں کپڑے بدلتے ہیں اور عطر لگاتے ہیں۔ صبح کے وقت وہ ملکی رواج کے مطابق سویّوں کا ناشتہ بھی کر لیتے ہیں۔ حالانکہ اس وقت اسلام ایسی نازک حالت میں سے گذر رہا ہے۔ جسے دیکھ کر کوئی سچا مسلمان ایک گہرا صدمہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اگر مسلمان ایک خون ٹپکاتے ہوئے دل کے ساتھ عید کی نماز کے لئے جاتے۔ اگر وہ ایک ٹکڑے ٹکڑے جگر کے ساتھ عید کی نماز پڑھتے۔ تو گوان کے جذبات متضاد ہوتے۔ مگر حقیقی عید انہی کی ہوتی۔ پس جس نے عید کی نماز پڑھی مگر اس کے دل میں اسلام کا درد پیدا نہیں ہوا۔ اس کی اندرونی بینائی مردہ ہے اور جس نے عید نہیں منائی اس کی بھی اندرونی بینائی مردہ ہے۔

حقیقی عید انہی کی ہے

جو متضاد جذبات کے ساتھ عید مناتا ہے۔ اس کا دل ماتم کرتا ہے۔ اور اس کا ظاہر عید مناتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے تمام زندہ افراد جن میں قومی جذبہ پایا جاتا ہے ایسے ہی مظاہرے کیا کرتے ہیں۔ جرمنی کی ایک عورت تھی۔ اس کے سات بیٹے تھے جو سارے کے سارے جنگ میں مارے گئے۔ ہمارے ملک میں اگر کسی کے ساتھ ایسا واقعہ ہو تو کسی دوسرے کو احساس بھی نہ ہو۔ مگر زندہ قومیں ان باتوں کو نوٹ کرتی رہتی ہیں۔ کہ کس نے کتنی قربانی کی ہے۔ جب وزیر دفاع کو اس کی خبر ملی تو اس نے چاہا کہ وہ اس کو مِلا کر بادشاہ اور ملک کی طرف سے اس سے ہمدردی کا اظہار کرے۔ چنانچہ وزیر دفاع نے اسے خود چٹھی لکھی جب وہ بڑھیا آئی تو وزیر دفاع نے اسے کہا کہ میں

بادشاہ اور ملک کی طرف سے آپ سے ہمدردی کا اظہار

کرتا ہوں۔ کیونکہ آپ کے تمام بیٹے جنگ میں کام آ گئے ہیں۔ ایک انگریزی اخبار کا نمائندہ بھی اس موقعہ پر موجود تھا۔ میں نے اس کی رپورٹ جو بعد میں شائع ہوئی پڑھی ہے۔ اس نے لکھا کہ جب وہ بڑھیا باہر نکلی تو باوجود اس کے کہ اس کی پیٹھ کُبڑی ہو چکی تھی وہ اپنے دونوں ہاتھ اپنے پیچھے رکھ کر اپنی کمر کو دبا کر سیدھا کرتی اور ایک بناوٹی قہقہہ لگا کر کہتی کیا ہوا اگر میرا آخری بیٹا مارا گیا ہے۔ آخر وہ ملک کی خدمت کرتے ہوئے ہی مارا گیا ہے۔ تو دیکھو اس عورت کے اندر قومی خدمت کا کس قدر احساس تھا وہ دنیا کو بتا دینا چاہتی تھی کہ میرے بیٹوں کے مر جانے نے میری کمر کو ختم نہیں کر دیا۔ بلکہ اور بھی سیدھا کر دیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے ملک کی خاطر جان دی ہے۔ اب یہ تو نہیں تھا کہ اس کا دل اپنے بیٹوں کی وفات پر غمگین نہ تھا لیکن وہ دنیا کے سامنے یہ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ میں اس تقدیر پر خوش ہوں جو میرے لئے تو غم لائی۔ مگر میری قوم کے لئے اس نے

عزت کے سامان

پیدا کر دیئے۔ اسی طرح محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لڑکے حضرت ابراہیم جب فوت ہوئے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اسے دفنانے کے لئے تشریف لے گئے۔ جب آپ دفن کر چکے تو آپؐ نے فرمایا جا اپنے بھائی عثمان بن مظعون کے پاس اور اس وقت آپؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ لیکن جب وہ وقت گذر گیا تو پھر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پہلے جیسے جوش اور تندہی کے ساتھ خدمتِ دین میں مصروف ہو گئے۔ غرض

حقیقی مومن کی یہی شان ہوتی ہے

کہ وہ قومی اور مذہبی غم کو اپنے ذاتی غموں پر ترجیح دیتا ہے۔ اور اس کے عزم اور استقلال میں کوئی فرق نہیں آتا۔ بلکہ مصیبت اس کے عزم کو اور بھی بڑھا دیتی ہے۔ اور اس کے استقلال کو اور بھی زیادہ کر دیتی ہے۔ اس لئے نہیں کہ وہ تسلی پا گیا ہے۔ بلکہ اس لئے کہ اگر کوئی شخص دونوں جذبات کو محسوس کرتا ہے۔ تو وہ حقیقی مومن ہے۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں وہ حقیقی انسان ہے۔ کیونکہ انسان کا کمال بھی اُسی وقت ظاہر ہوتا ہے۔ جب وہ دل سے دکھ محسوس کرے۔ اور اپنے ظاہر کو خدا کے تابع کرے۔

اس وقت دنیا میں ہزاروں قصبات اور شہر ایسے ہیں۔ جن میں مسلمانوں کی بنائی ہوئی مسجدیں ویران پڑی ہیں۔ اور ان میں خدا تعالےٰ کے آگے سجدہ کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ بنانے والوں نے تو انہیں اس لئے بنایا تھا کہ ان میں خدا تعالےٰ کا ذکر کیا جائے۔ لیکن اب وہ

ویران اور غیر آباد

پڑی ہیں۔ اب جب تک یہ تمام مسجدیں پھر اسلام کی عظمت کا ایک زندہ نشان نہ بن جائیں جب تک قرآن کی حکومت پھر دنیا میں قائم نہ ہو جائے۔ اس وقت تک اگر کوئی شخص صرف ظاہری عید پر ہی خوش ہو جاتا ہے اور نئے کپڑے پہن کر سمجھ لیتا ہے۔ کہ اس نے عید منالی ہے تو وہ بے غیرت ہے۔ اسی طرح وہ انسان جو ہمت ہار کر بیٹھ جاتا ہے وہ بھی نہایت ذلیل اور بزدل انسان ہے۔ بے شک ہمارے خدا نے ہمیں ظاہری طور پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے اور اس لئے ہم خوشی مناتے ہیں۔ لیکن ہمیں حقیقی خوشی اسی وقت حاصل ہو گی۔ جب دنیا میں ہر جگہ اسلام پھیل جائے گا۔ جب مساجد ذکر الٰہی کرنے والوں سے بھر جائیں گی اور جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی حکومت دنیا کے چپہ چپہ قائم ہو جائے گی۔

پس ہماری جماعت کے ہر فرد کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام اور مسلمانوں کی موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے ہمارے اندرونی زخم کبھی مندمل نہیں ہونے چاہئیں۔ بلکہ اگر ہمارے زخم کبھی مندمل ہونے لگیں۔ تو چاہیئے کہ ہم انگلیوں سے ان زخموں کو پھر ہرا کریں۔ کیونکہ

ہماری سب سے بڑی عید

اسی وقت ہو گی۔ جب اسلام دُنیا کے کناروں تک پھیل جائے گا اور دنیا کے کونہ کونہ سے اللہ اکبر کی آوازیں اُٹھنا شروع ہو جائیں گی ؎

قادیان سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی ہجرت

از جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی۔ اے قادیان

ایک معاند سلسلہ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ذات ستودہ صفات پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ

"۱۹۴۷ء میں قادیان چھوڑنا پڑا اور مولوی محمد علی کو کہنے والے کہ تم نے قادیان کو چھوڑ کر ایک علیحدہ مرکز از ایک علیحدہ بہشتی مقبرہ قائم کر لیا ہے خود اس الزام کے مورد بنے"

افسوس ہے کہ معترض نے اپنے کینہ او ربغض کیوجہ سے اصل حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ جہاں تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور آپ کے مبائعین کے قادیان کو چھوڑ کر علیحدہ مرکز اور علیحدہ بہشتی مقبرہ قائم کرنے کا اعتراض ہے۔ یہ بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے مرکز قادیان اور بہشتی مقبرہ آج بھی سیدنا حضرت محمود ایدہ الودود کے تحت الحکم ہے۔ اور آپ کے خدام قادیان کے مرکز اور بہشتی مقبرہ کے نظام کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے ماتحت چلا رہے ہیں۔

ہاں یہ بات درست ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے متعدد الہامات میں جو قادیان سے ہجرت کی پیشگوئی تھی وہ آپ کے سچے خلیفہ۔ جانشین اور فرزند سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ کے ذریعہ پوری ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واضح طور پر تحریر فرمایا تھا کہ

"انبیاء کے ساتھ ہجرت بھی ہے۔ لیکن بعض رویا نبی کے اپنے زمانہ میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعے سے پورے ہوتے ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیصر و کسریٰ کی کنجیاں ملی تھیں تو وہ ممالک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتح ہوئے" (تذکرہ صفحہ ۵۱۶)

مرقومہ بالا عبارت میں یہ واضح اشارہ پایا جاتا ہے کہ آپ کا الہام "داغ ہجرت" (تذکرہ صفحہ ۷۶۶) اور آپ کا الہام ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد (تذکرہ صفحہ ۳۱۳) حضرت اقدس علیہ السلام کے سچے متبع فرزند اور خلیفہ دوئم کے زمانہ میں پورا ہوگا۔ اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کرمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی یا بعض دوسرے انبیاء کو ہجرت کرنا پڑی۔ اسی طرح احمدیہ جماعت اور اس کے پیشوا کو قادیان سے ہجرت کرنا پڑے گی۔ پس سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور قادیان کی اکثر احمدی آبادی نے اگر بعض غیر معمولی حالات میں قادیان سے ہجرت کی۔ تو یہ بات قابل اعتراض نہیں بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا سچا خلیفہ اور مخلص متبع ہونے کی ایک زبردست دلیل ہے۔

اگر سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے خدائی پیشگوئی کے ماتحت مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے اور مدینہ منورہ کو اپنا مستقر بنانے سے آپ کی ذات پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔ کیونکہ آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مدینہ میں مرکز قائم کرنے سے آپ کی مکہ مکرمہ کے ساتھ عقیدت میں کمی نہ آئی۔ بلکہ آپ کے مشن کی ترقی کے ساتھ مکہ مکرمہ کی عزت و توقیر کا حلقہ بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ اور جو عبادات اور مذہبی فرائض مکہ مکرمہ سے متعلق تھے وہ حسب شرائط و حالات بجا لاتے جاتے رہے۔ اسی طرح جب حالات کے تقاضا سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مدینہ منورہ کے بجائے کوفہ کو دار الخلافہ بنایا۔ تو آپ کے اس اقدام سے مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ کی جلالت شان میں کوئی کمی نہیں آئی۔ کیونکہ حرمین شریفین حسب سابق حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے متبعین کے نزدیک قابل صد احترام رہے۔ اور ان ہر دو مقدس مقامات سے متعلق جملہ عبادات اور دینی فرائض بدستور بجا لائے جاتے رہے۔ ان واقعات کے پیش نظر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور جماعت کے ایک حصہ نے جب قادیان سے ہجرت کر کے ربوہ میں دار الہجرت قائم کیا تو آپ پر قادیان اور بہشتی مقبرہ کو چھوڑنے کا الزام لگانا کس طرح درست اور مناسب ہے

لیکن مولوی محمد علی صاحب اور انکے ساتھیوں پر قادیان اور بہشتی مقبرہ چھوڑنے کا الزام واقعات کے عین مطابق اور درست ہے۔ کیونکہ انہوں نے نہ صرف ظاہری طور پر قادیان کو چھوڑا۔ اور اسکی تقدیس اور حرمت کا پاس نہ کیا۔ بلکہ اپنے مستقر یعنی لاہور کو "مدینۃ المسیح" قرار دیا اور بہشتی مقبرہ کی انسٹی ٹیوشن کو جس کی بنیاد حضرت اقدس علیہ السلام نے خدائی الہام کے ماتحت رکھی تھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا "خاندانی قبرستان" قرار دے کر آپ کے اہل بیت اطہار کے عناد میں اس سے منہ موڑ لیا۔ اور اس کے متعلق اپنے عقیدہ کو بھی بدل لیا۔ (ملاحظہ ہو "مجدد اعظم" و "مراۃ الاختلاف" مصنفہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب) نیز قادیان میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ تعلق رکھنے والے جس قدر مقدس مقامات ہیں ان سے مستقل دوری اور بے رغبتی اختیار کر لی۔ یہاں تک کہ مبائعین کی جماعت کو "قادیانی جماعت" کا نام دیا گیا۔ گویا غیر مبائعین کا قادیان سے بُعد اتنا نمایاں اور واضح ہو گیا کہ ان کے مقابل مبائعین کو "قادیان" کے ساتھ نسبت دی جانے لگی۔

اس کے برعکس جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ اور آپ کی جماعت کے ایک حصہ نے خدائی پیش خبری اور تقدیر کے ماتحت قادیان سے ہجرت کی تو ان کی قادیان سے وابستگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ بلکہ بعض جہات سے انکی قادیان سے محبت و عقیدت کا جذبہ بوجہ فرقت کے اور زیادہ شدید ہو گیا چنانچہ اب بھی تقریباً سارا سال مبائع احمدی والہانہ شوق و ذوق کے ساتھ پاکستان اور دیگر ممالک سے قادیان کی زیارت کے لئے آتے رہتے ہیں۔ اور جلسہ سالانہ کے موقعہ پر تو سینکڑوں احمدی قافلہ کی شکل میں اور انفرادی طور پر قادیان میں حاضر ہونا باعث سعادت سمجھتے ہیں۔

جہاں تک موصی حضرات کی بہشتی مقبرہ میں تدفین کا سوال ہے ہندوستان کے مختلف علاقوں سے مقررہ شرائط کے مطابق اب بھی جنازے بہشتی مقبرہ میں دفن ہوتے رہتے ہیں پاکستان کے کئی احمدیوں نے اپنے موصی لواحقین کی نعشوں کو بہشتی مقبرہ میں دفن کرنے کی اجازت حکومت ہند سے مانگی تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ اجازت نہ مل سکی چنانچہ محترمی و مخدومی جناب شیخ بشیر احمد صاحب جج ہائی کورٹ لاہور اور مکرم مرزا محمد حیات صاحب سیالکوٹ نے اپنے مرحوم والد صاحبان کی نعشوں کی قادیان کے بہشتی مقبرہ میں تدفین کے لئے حکومت ہند سے اجازت حاصل کرنے کے لئے جو کوشش کی اس کی تائید میں یہاں سے بھی حکومت کو توجہ دلائی گئی۔ لیکن چونکہ اجازت نہ مل سکی اس لئے مجبوراً وہاں ہی ان بزرگوں کو امانتاً دفن کرنا پڑا۔ حال ہی میں حضرت بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ جو پاکستان میں فوت ہوئے۔ وصیت کے بعد انکی نعش پاکستان سے قادیان لائی گئی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔

انہی حالات کی بناء پر ربوہ میں قادیان کے بہشتی مقبرہ کے ظل کے طور پر موصی حضرات کو دفن کیا جاتا ہے اور چونکہ یہ عارضی انتظام ہے۔ اس لئے عام طور پر امانتاً صندوقچوں میں تدفین ہوتی ہے تاکہ جب بھی مناسب موقعہ ملے۔ ان موجودین کی نعشوں کو بہشتی مقبرہ قادیان میں منتقل کیا جا سکے۔ یا کم از کم ان کے کتبہ جات بہشتی مقبرہ قادیان میں لگائے جا سکیں۔ اور یہ طریق وصیت کی شرائط کے مطابق ہے۔ جس پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے عمل ہو رہا ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (اطال اللہ بقاءہ) نے تو اپنی وصیت شائع شدہ اخبار الفضل مورخہ ۲۰ فروری ۵۹ء میں خاص طور پر اپنی اولاد کو یہ ہدایت فرمائی ہے۔ کہ اگر (خدا نخواستہ) آپ کی وفات قادیان کی واپسی سے پہلے ہو جائے (اللہ تعالیٰ حضور پُر نور کی عمر اور صحت میں برکت پر برکت دے۔ اور آپ پر اپنی خاص رحمتیں تا ابد نازل فرماتا رہے) تو آپ کی نعش مبارک اور اماں جان حضرت ام المومنین نور اللہ مرقدہا اور آپ کی ازواج مطہرات کی نعشیں قادیان لے جا کر بہشتی مقبرہ میں دفن کی جائیں۔ لیکن کیا اکابر غیر مبائعین نے بھی بہشتی مقبرہ قادیان سے اسی قسم کی عقیدت اور وابستگی کا کبھی اظہار کیا ہے؟

اسی تعلق میں یہ امر بھی قابل توجہ ہے۔ کہ بہشتی مقبرہ قادیان کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور آپ کے متبعین نے کبھی بھی نہیں چھوڑا۔ اس بہشتی مقبرہ کا انتظام حسب منشاء حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اب بھی مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ قادیان

کر رہی ہے۔ اور یہ انتظام ہجرت کے بعد سے متواتر قادیان میں جاری ہے۔ اور وابستگانِ خلافت کے ذریعہ چل رہا ہے۔

لیکن مولوی محمد علی صاحب مرحوم اور ان کے رفقاء نے قادیان سے جانے کے بعد نہ صرف اس مقام سے قطع تعلقی اختیار کی۔ بلکہ عقیدۃً بھی اسی کی برکات اور فیوض کا انکار کیا۔ اور انزل فیھا کل رحمۃ کے مورد مقام سے محروم ہو گئے۔

یہ بات بھی بیان کر دینی مناسب ہے کیونکہ قادیان کو خدا تعالیٰ نے "آدی القریۃ" کا نام دیا ہے۔ اس لئے ہجرت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو ایک حد تک مصیبت میں مبتلا کرنے کے بعد خلافت کی برکات سے بچا لیا۔ اور الہام مسیح موعود "اِنّی اُحافظ کلّ من فی الدار" کے وعدہ کے مطابق خاص طور پر حفاظت و صیانت فرمائی۔ اس وقت قادیان میں سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ الودود کے غلامان سات سو کی تعداد میں تنظیم کے ساتھ رہائش پذیر ہیں۔ بلکہ حضور کے صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مستقل طور پر قادیان میں حضور کی اور تمام مقدس اہل بیت کی نمائندگی فرما رہے ہیں۔ اور مشرقی پنجاب میں خاص طور پر اور تمام ہندوستان میں عام طور پر پرچم اسلام اور احمدیت لہلہا رہا ہے۔ درویشان قادیان بے شک تعداد میں تھوڑے ہیں اور ظاہری اسباب کے اعتبار سے ہیچ ہیں۔ لیکن اسلام اور احمدیت کی روحانی اور تبلیغی طاقت اور جذبہ سے سرشار ہیں۔ اس وقت جبکہ مشرقی پنجاب کے طول و عرض میں نامساعد حالات میں مسلمانوں کے مراکز اور ادارے خالی ہو رہے تھے۔ یہ مٹھی بھر درویش مجسم قربانی اور صبر و استقلال کا نمونہ بفضلہ تعالیٰ پیش کر رہے تھے۔ پٹھانکوٹ کے قریب مولانا مودودی کا اسلام آباد قائم نہ رہا۔ بٹالہ میں میاں بدر محی الدین صاحب کا پیر خانہ خالی ہو گیا۔ مسانیاں۔ دتہ کھیتر۔ جالندھر اور پانی پت کے متولی بھی اپنی اپنی گدیاں چھوڑ گئے۔ یہاں تک کہ سرہند شریف کے مقدس روضہ کے متولی بھی عارضی طور پر اپنے فرائض کو بھول گئے۔ لیکن سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے غلاموں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ وہ گوناگوں مصائب آلام کا مقابلہ کرتے ہوئے قادیان میں مستقل طور پر قائم رہے۔ یہاں پر مرکزی دفاتر کی تنظیم بھی قائم ہے۔ بھارت کے وسیع و عریض ملک میں اعلاءِ کلمہ حق کیا جا رہا ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان کی مختلف زبانوں میں لٹریچر بھی شائع ہو چکا ہے۔ قادیان کی تین مساجد میں باقاعدگی سے اذان اور باجماعت نماز ادا ہوتی ہے۔

یہاں پر صدر انجمن احمدیہ قادیان باقاعدہ قائم ہے۔ یاتون من کل فج عمیق کا الہام بھی موجودہ غیر معمولی حالات میں نہایت شاندار طریق پر پورا ہو رہا ہے۔ اور "داغِ ہجرت" کے بعد دو لاکھ کے قریب متلاشیان حق اور زائرین جن میں صوبائی گورنر، مرکزی اور صوبائی وزیر، قومی و مذہبی لیڈر، مشہور صحافی اور بلند پایہ مصنفین شامل ہیں قادیان آکر پیغام حق سن چکے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا قائم کردہ لنگر جاری ہے اور جلسہ سالانہ بھی باقاعدگی سے ہر سال ہوتا ہے۔ جس میں اسلام اور احمدیت کی حقانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوِ مرتبت اور صداقت کے متعلق روح پرور اور اطمینان بخش تقاریر ہوتی ہیں۔ اور علاوہ احمدیوں کے ہزارہا غیر مسلم سامعین ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ طوالت کے خوف سے میں اس فعال اور زندہ مرکز کے دیگر امور کا ذکر چھوڑتے ہوئے علامہ نیاز فتحپوری ایڈیٹر نگار کی ناقدانہ اور باریک بین نگاہ نے جو کچھ قادیان میں مشاہدہ کیا۔ صرف اس کا ایک چھوٹا سا اقتباس رسالہ "نگار" ماہ ستمبر ۱۹۶۰ء سے ذیل میں درج کرتا ہوں:۔

"۲۸ر اور ۲۹ر جولائی کی وہ چند ساعتیں جو میں نے قادیان میں بسر کیں میری وہ گھڑیاں تھیں جن کو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔۔۔۔ اب زندگی میں سب سے پہلی مرتبہ احمدی جماعت کی جیتی جاگتی تنظیم عمل دیکھ کر میں ایک جگہ ٹھٹھک کر رہ گیا ہوں اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنی زندگی کے اس نئے تجربہ و احساس کو کن الفاظ میں ظاہر کروں۔۔۔۔ اس جماعت کی تو زندگی ایک ایسا کھلا ہوا صحیفہ ہے جس کے مطالعہ کے لئے نہ زیادہ وقت کی ضرورت ہے نہ کسی چون و چرا کی۔ اسی طرح ان کی دفتری تنظیم بھی گویا ایک شفاف آئینہ ہے جس میں زنگ کا نام تک نہیں۔ یکسر خلوص و اخلاص۔ یکسر حرکت و عمل۔۔۔۔ یہی وہ جماعت ہے جس نے محض اخلاق سے ہزاروں دشمنوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا اور ان سے بھی قادیان کو "دارالامان" تسلیم کرا لیا۔ یہی وہ جماعت ہے جو ہندوستان کے تمام احمدی اداروں کا سررشتہ تنظیم اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہے اور یہی وہ دور افتادہ مقام ہے جہاں سے تمام اکنافِ ہند میں اسلام اور انسانیت کی عظیم خدمت انجام دی جا رہی ہے۔"

معترض کو ایک اور اصول بھی مدنظر رکھنا چاہیئے کہ مومنوں اور کافروں کی تکالیف اور مصائب میں ایک امتیازی فرق ہوتا ہے۔ جب ایک مومن کو ابتلاء آتا ہے تو اس کے نتیجہ میں وہ خدا تعالیٰ کے آستانہ پر بار بار جھکتا ہے۔ اور صابر رہتا ہے اس مصیبت کو برداشت کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب اور وصل حاصل کرتا ہے۔ اور ایسے ابتلا مومن کو تباہ و برباد نہیں کرتے بلکہ بہت سی دینی اور دنیوی برکات اور حسنات کا مورد بنا دیتے ہیں لیکن اس کے مقابل پر جب کوئی کافر یا منکر مصیبت اور دکھ میں پڑتا ہے تو اس عذاب کے نتیجہ میں ایک تو وہ روحانی طور پر خدا تعالیٰ سے دور و مہجور اور اس کی رحمت سے مایوس ہو جاتا ہے۔ اور دوسری طرف ایسا عذاب اسکے لئے دینی و دنیوی طور پر نقصان اور تباہی کا موجب ہوتا ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور آپ کے ساتھیوں کو جو قادیان سے ہجرت کرنا پڑی تھی چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت ایک ابتلائی صورت تھی۔ اس لئے اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کی ترقی و سربلندی اثر و رسوخ اور وسعت میں زیادتی فرمائی اور ہجرت اور بعد کے زمانہ کے پرخطر حالات میں اپنی خاص نصرت و تائید سے خوف کو امن اور طمانیت سے بدلتا رہا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ان حالات و کوائف کے باوجود معترض کا قادیان سے ہجرت پر اعتراض کرنا اور یہ لکھنا کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ یا آپ کے متبعین نے قادیان یا بہشتی مقبرہ کو چھوڑ دیا ہے۔ کتنی بڑی غلط بیانی اور حق پوشی ہے۔ اگر وہ بغض و عناد کی عینک کو اتار کر حقائق پر نگاہ ڈالتے تو یقیناً ان کو دار الہجرت ربوہ کی تعمیر و ترقی اور ہجرت کے بعد قادیان میں احمدیوں کے قیام اور سلسلہ کے مستقل اور فعال مرکز کی برقراری میں الٰہی نصرت و تائید کا ایک لامتناہی سلسلہ نظر آتا۔ اور امام ہمام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے وجود باجود کی برکات و فیوض ایک واضح حقیقت کے طور پر سامنے آجاتے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

شکریہ

میں انجمن احمدیہ جمشید پور کی طرف سے اُن احباب کرام کلکتہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے قبرستان احمدیہ جمشید پور کی چار دیواری کے لئے انتہائی فراخدلی اور خلوص سے چندہ دیا۔ ہم لوگ بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دین و دنیا کی دولت سے مالا مال کرے۔ آمین۔ ساتھ ہی اپنے محترم و پیارے بزرگان سلسلہ کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں کہ ازراہ کرم فرمائی وہ لوگ بھی اُن کی روحانی بلندی کے لئے دعا فرمائیں۔

خاکسار محمد سلیمان پراونشل امیر صوبہ بہار

بمبئی میں ہمارے مشاغل

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی
(بتوسط نظارت دعوت و تبلیغ)

شور و غل کی ناپ بمبئی ہندوستان کا عروس البلاد کہلاتا ہے۔ اور واقعی اس کے بعض علاقوں کی سج دھج ہے بھی دلہن کی طرح۔ ایک مرتبہ یہاں یہ تحریک ہوئی کہ شہر میں بے پناہ ٹریفک، ٹھیلے والوں، کارخانوں اور ملوں کے باعث جو شور و غل ہوتا ہے۔ وہ ناپا جائے۔ سائنس کی برکت سے ہوا تو ناپی تولی جاتی ہی ہے۔ یہ شور و غل کے ناپنے تولنے کی بات نئی تھی۔ خیر اس تحریک پر عمل ہوا۔ شور و غل ناپا گیا۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ "بھنڈی بازار" جو مسلمانوں کا بازار ہے۔ اس کا درجۂ شور و غل سب سے زیادہ ہے۔ اس کے بعد بعض اخباروں نے یہ تجویز پیش کی کہ اس بڑھتے ہوئے شور و غل کا انسانی صحت پر برا اثر پڑتا ہے۔ لہذا اس کا کچھ مداوا ہونا چاہیئے۔ اس تجویز سے یہ امید بندھی تھی کہ اب فلمی گانوں پر بھی کچھ پابندیاں عائد ہوں گی۔ اور ہیلتھ آفیسر انہیں بھی "شور و غل" کی فہرست میں داخل کر دے گا۔ چونکہ یہ گانے بھی بسا اوقات "سامعہ نواز" ہونے کی بجائے "سمع خراش" ہوتے ہیں۔ ترنم کے ساتھ ساتھ سینے اور پھیپھڑے کا پورا زور بھی دکھایا جاتا ہے۔ مگر ابھی اس تجویز کی سیاہی خشک بھی نہیں ہوئی تھی کہ ایک دوسرا انکشاف سامنے آگیا۔ وہ یہ کہ موسیقی کا پودوں کی نشوونما پر بڑا اچھا اثر پڑتا ہے۔ پھر انسانی روح کا کیا کہنا۔ اس پر تو موسیقی سے خوب ہی بالیدگی آتی ہوگی۔ اب بیچارہ ہیلتھ آفیسر کیا کرے۔ شور و غل کا انسداد کرے یا موسیقی کو فروغ دے۔

اسپریچوئل سنٹر بمبئی میں ہر سال کی طرح امسال بھی اسپریچوئل سنٹر کی میٹنگ اپنی وضع قطع مطابق ہوئی۔ یہ اصل میں پارسیوں کی ایک انجمن ہے۔ مگر آتشکدہ کی طرح نہیں جس میں کسی غیر پارسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ بلکہ اس سوسائٹی میں ہر مذہب و عقیدہ کے ماننے والوں کو مدعو کیا جاتا ہے۔ دو مرتبہ تو میں ہی اس کے جلسوں کی صدارت کر چکا ہوں۔ حسب دستور مجھے اب کی دفعہ بھی مدعو کیا گیا۔ اس کے پریذیڈنٹ اور سیکرٹری نے اور مہمانوں کی طرح میرا بھی استقبال کیا مجھے بٹھایا گیا صدر کے قریب کرسی پر۔

پہلے چند نوآموز مقرروں نے تقریریں کی۔ ان کے بعد صدر جلسہ کی تقریر شروع ہوئی۔ دوران تقریر میں وہ زیادہ تر میری ہی طرف متوجہ رہے۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ وہ جس زبان میں تقریر کر رہے تھے اس مجلس میں اس کا قدردان میں ہی تھا۔ فارسی شعراء میں رومی و حافظ اور اردو شعراء میں سے غالب اقبال اور جگر کے اشعار نوک زبان پر تھے۔ تقریر صوفیانہ مسلک کی تھی۔ مسئلہ وحدت الوجود کا ذکر آنا ہی تھا۔ وہ آیا۔ اور اس غلو سے بیان کیا گیا جو صوفیاء کا طرۂ امتیاز سمجھا جاتا ہے۔ وجودی صوفیاء کا ذکر کر کے خدا پر اس طرح طنز کی گئی کہ

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

مسئلہ وحدت الوجود ہی سب سے اہم مسئلہ عینیت اور غیریت کا آتا ہے۔ جو خالق اور مخلوق کے درمیان غیریت کے قائل ہیں۔ ان پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب خالق و مخلوق دونوں ذات و صفات میں بالکل غیر ہیں۔ تو پھر ان دونوں کے درمیان رشتۂ محبت کیسا۔ محبت ہم جنس سے ہوتی ہے نہ غیر سے۔ اسی لئے نظریۂ عینیت والے کہتے ہیں کہ مخلوق خالق ہی کا ایک جزو ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان وہی نسبت ہے۔ جو نسبت قطرے کو سمندر سے ہوتی ہے۔ یہ نظریہ انسان کو "حلول اور شرک" کی طرف لے جاتا ہے۔ لہذا اسلام اس کی تائید نہیں کر سکتا۔ مگر "نظریۂ غیریت" پر جو اعتراض ہے وہ بھی بہت جاندار ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ خلق الاشیاء وھو عینھا یہ کلمہ بڑے وسیع مضمون پر حاوی ہے۔ اس پر ایک مبسوط مضمون لکھنے کی ضرورت ہے۔ مشاغل میں اس کی گنجائش نہیں۔ میں نے صدر جلسہ سے اس مسئلہ پر تبادلۂ خیالات کیا۔ اور انہوں نے تسلیم کیا کہ واقعی خدا تو بے مثال ہے۔ اور اس سے ویسی وحدت ناممکن ہے جس پر عینیت کا اطلاق ہو سکے۔

عربی ام الالسنہ بمبئی میں یوں تو رنگ برنگ کے مزاج اور بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے انسان رہتے ہیں۔ مگر ان میں ہمارے ایک دوست بڑے عجیب ہیں۔ یہ احمدی نہیں۔ لیکن جماعت احمدیہ کی تصانیف مختلف حیلوں اور بہانوں سے اپنے اپنے گھروں میں پہنچا دیتے ہیں۔ ان کا یہ حال ہے۔ کہ جب وہ میرے ہاں آتے ہیں تو ان کا ایک قدم کمپونڈ کے اندر اور دوسرا باہر رہتا ہے کہ ہنگامہ شروع کر دیتے ہیں۔ کہ دیکھو فلاں نے ہاتھ سے کتاب چھین لی۔ فلاں نے میرا نام ہی قادیانی رکھ دیا۔ وغیرہ وغیرہ

ایک دن وہ آئے تو خلاف معمول بڑے سنجیدہ تھے۔ کرسی پر ایسے بیٹھے جیسے نڈھال ہو گئے ہوں۔ میں نے پوچھا کہئے خیریت تو ہے۔ فرمانے لگے چھوڑیئے خیریت ویریت۔ میں تو ایک بات سوچ رہا ہوں۔ میں نے کہا وہ کیا ایسی بات ہے جس نے آپ کو اتنا سنجیدہ بنا دیا۔ اب انہوں نے اپنے کشکول میں ہاتھ ڈالا۔ اور اس سے ریویو آف ریلیجنز کا "ام الالسنہ" نمبر نکالا۔ اور کہنے لگے۔ سچ سچ بتلایئے کہ آپ لوگ یہ باتیں لاتے کہاں سے ہیں۔ کیا سچ مچ کوئی فرشتہ آپ لوگوں کو یہ باتیں بتا جاتا ہے۔ جیسے انسان کا دماغ تو یہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپ کے مرزا صاحب نے ایک بات کہی۔ آپ لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ یہ کتنی مغلق اور دشوار بات ہے۔ اور اس کی تحقیق شروع کر دی۔ اور اب تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دن قریب ہے جب آپ دو اور دو چار کی طرح ثابت کر دیں گے کہ عربی ہی ام الالسنہ ہے۔ یہ کہہ کر اپنے انداز میں زانو پر ہاتھ مارا اور کہا کہ ہر گئے۔ سنسکرت اور عبرانی کو ام الالسنہ بتانے والے۔ واقعی

ہر کارے کہ ہمت بستہ گردد
اگر خارے بود گلدستہ گردد

یہ بات تو یہاں ختم ہو گئی۔ لیکن وہ تین گھنٹوں کے بعد پھر حسب دستور شور و غل مچاتے ہوئے پھر آ گئے۔ اب کے ان کے ساتھ اور ایک آدمی تھے۔ ان کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ انہیں کرافورڈ مارکیٹ کی دکان سے اٹھا کے لایا ہوں۔ یہ علم دوست ہیں۔ جب میں نے ان سے یہ بات کہی تو آپ سے ملنے کے لئے بیتاب ہو گئے۔ اس نووارد دوست سے اس مسئلہ پر گفتگو بات چیت ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ اگر اپنی یہ تحقیقات تمام کریں تو لوگ وفات مسیح اور اجرائے نبوت پر بھی آپ ہی کے قول کو سند ماننے لگیں گے۔ میں نے ان کے اس نکتے کی تائید کی۔

امام العصر یہاں میرے ملاقاتیوں میں ایک ایسے دوست بھی ہیں جو پہلے الفضل کے اسسٹنٹ ایڈیٹر رہ چکے ہیں۔ اس کے بعد بہائی ہو گئے۔ اور آج کل "صرف مسلمان" ہیں۔ آپ کا نام "میر محمد شہاب خان" ہے۔ وہ اکثر مجھ سے ملتے رہتے ہیں۔ اور جب ملتے ہیں تو گھنٹوں بیٹھ کر پرانے ساتھیوں کو یاد کیا کرتے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ وہ یوں جماعت سے الگ تو ہو گئے مگر احمدیوں کی صحبت نے ان کے دل پر بڑا نقش قائم کیا ہے۔ اب تو گاہے بگاہے قادیان کی زیارت کا شوق بھی ظاہر کرتے ہیں۔

ابھی میں ربوہ کے جلسہ میں شرکت کر کے لاہور واپس آیا تو وہاں مجھے ایک پرانے احمدی دوست ملے۔ انہوں نے کہا کہ "میر شہاب خان کے پاس میری ایک بہت قیمتی چیز رہ گئی ہے اور وہ مولانا شبلی نعمانی کا ایک خط ہے۔ جس میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو امام العصر کہا ہے۔ قصہ یہ ہے کہ جب اعظم گڑھ (یوپی) میں مولانا موصوف "دار المصنفین" کی بنیاد ڈال رہے تھے۔ تو اس وقت انہیں مولانا ابو الکلام آزاد نے لکھا کہ اس دوست یعنی سید عبد القادر صاحب بھاگلپوری کو بھی اس کا ممبر بنایا جائے۔ مولانا آزاد کی تحریک پر جب علامہ شبلی نعمانی نے سید عبد القادر صاحب کو یہ پیشکش کی تو بحیثیت [illegible] کہ ایک احمدی غیر احمدیوں کے اس ادارے میں کیسے کام کرے گا۔ انہوں نے اپنے اس تردد کا مولانا شبلی کے سامنے اظہار کیا۔ اس کے جواب میں انہوں نے جو خط لکھا اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو امام العصر کر کے مخاطب کیا ہے۔

میں نے بمبئی آکر جب میر محمد شہاب خان سے اس کا ذکر کیا تو کہنے لگے مجھے خوب یاد ہے۔ وہ پوسٹ کارڈ ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ جس میں شبلی نعمانی نے مرزا صاحب کو امام العصر لکھا تھا مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ اب وہ کارڈ کہاں ہے۔ لیکن سے ماہر کوئلہ میں جو میرے سارے نوادر وہیں پڑے ہیں۔ مجھے اس قیمتی دستاویز کے اس طرح ہاتھ سے نکل جانے پر بڑا افسوس آیا۔

سڑک پر چلنے کا شعور ایک مرتبہ میرے ایک دوست نے ایک چھوٹی سی بات کہہ کے مجھے بہت پریشان کر دیا۔ اور وہ حضرت لقمان علیہ السلام کا وہ قول ہے جو عام طور پر پرانے مدارس میں پڑھایا جاتا ہے۔ یعنی یہ کہ

در راہ چپ و راست منگر

راہ چلتے دائیں بائیں مت دیکھو اور یہاں یہ حال ہے کہ ٹریفک ... پولیس کی گارڈ

ہر جگہ یہ اعلان کرتی پھرتی ہے کہ "سڑک پار کرتے ہوئے دائیں بائیں دیکھ لو" ہمارے دوست نے کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب پرانے بزرگوں کے اقوال قابلِ عمل نہیں رہے۔

میں نے اس دوست سے کہا کہ اگر آپ "اسلاف بیزاری" کا پہلے ہی پردہ نہ اُٹھا لیں تو اس قول کا صحیح مفہوم بھی متعین ہو سکتا ہے۔ یعنی یہ کہ "راستہ چلتے" تاک جھانک مت کرو۔

وہ دوست یہ ترجمہ سنتے ہی اُچھل پڑے۔ میں نے کہا کہ ہم احمدی بزرگوں کا بڑا ادب کرتے ہیں۔ اور کسی قول کا مفہوم متعین کرنے میں سیاق و سباق کے علاوہ اس ماحول کا بھی لحاظ کرتے ہیں جس میں وہ بات کہی گئی ہے۔

غمِ روزگار

مرزا غالب نے کہا ہے کہ

"غمِ عشق گر نہ ہوتا غمِ روزگار ہوتا"

آج کل یارانِ طریقت نے عشق بازی تو چھوڑ دی۔ اور اگر کہیں ایسی چھیڑ چھاڑ ہوتی ہے تو قوم خود اس کی خبر لے لیتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگوں کو "غمِ عشق" سے نجات مل گئی۔ اب رہ گیا "غمِ روزگار" تو آج کل اسی کا بول بالا نظر آتا ہے۔ غمِ معاش۔ غمِ تعلیم۔ غمِ صحت۔ غمِ رہائش وغیرہ۔ سینکڑوں غم ہیں جو قوم کو لگ گئے ہیں۔ لیکن میں دو تازہ غموں کا حال سناتا ہوں ایک کا نام ہے "کرکٹ" دوسرے کا "فری اسٹائل کشتی"۔

کرکٹ کا روگ "کامن ویلتھ ممالک" کو لگا ہوا ہے۔ امریکہ اور روس جیسے ترقی یافتہ ممالک نے تو اس روگ کو اپنے گھر گھسنے نہیں دیا ہے۔ روس نے تو اس کو بورژوا ذہن کا کھیل کہہ کر ملک بدر کر دیا ہے۔ امریکہ نے نامعلوم کیا سمجھ کر اپنے ہاں اس کے داخلے پر پابندی لگا دی ہے۔ لیکن کامن ویلتھ والے ممالک کو اس روگ سے عجیب پیار ہو گیا ہے۔

ہندوستان میں جب کرکٹ کی کوئی ٹیم آتی ہے تو یقیناً ہندوستانیوں کے غمِ روزگار میں ایک اضافہ ہو جاتا ہے۔ ٹکٹ کے لئے بھاگ دوڑ۔ بلیک کا زور شور۔ کوئی ریڈیو کی طرف لپک رہا ہے۔ کسی کی نظر بورڈ پر ہے۔ اسکور۔ اننگ۔ وکٹ۔ کوئی خوش ہے۔ کسی کے چہرے پر اوس پڑی ہے۔ غضب یہ کہ ابھی جب یہاں پاکستانی ٹیم آئی۔ تو اتفاقاً میں انہیں دنوں "انجمن اسلام" گیا۔ وہاں دیکھا کہ ہو کا عالم ہے۔ اسکول کے دروازے بند ہیں۔ میں نے اپنے حافظہ پہ زور ڈالا تو معلوم ہوا تو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ کوئی چھٹی کا دن ہو۔ بڑا چکر آیا کہ یہ اسکول کو کیا ہو گیا۔ آخر یہی خیال آیا کہ شاید کوئی غمی ہو گئی ہے۔ اور سارے طلباء، ٹیچر، سپرنٹنڈنٹ وغیرہ کسی کو سپردِ خاک کرنے گئے ہیں مگر اتفاق سے مجھے وہاں لائبریرین مل گئے۔ انہوں نے اس راز پر سے پردہ اُٹھایا۔ کہنے لگے کہ کیا آپ کو معلوم نہیں پاکستانی ٹیم آئی ہوئی ہے۔ اس لئے آدھے پونے پڑھا کر سویرے ہی لڑکوں کو چھٹی دے دی گئی ہے۔ میں تو دل تھام کے رہ گیا۔ اور بجائے بائے دل کھینچنے کے ہائے "کرکٹ" کہا۔

اب آگے سنئے۔ ابھی بمبئی والوں کو اس غمِ روزگار سے فرصت نہیں ملی تھی کہ "فری اسٹائل کشتی" کی وباء نازل ہو گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے سارا شہر اس وباء کی لپیٹ میں آ گیا۔ غضب یہ کہ پنجاب۔ یوپی اور مہاراشٹر کے پہلوان ابھی ایک دوسرے کو چیلنج دے ہی رہے تھے کہ پاکستان سے رستم زماں "گاماں" کا بھتیجا اکرم بھی آن پہنچا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس اکھاڑے کا ہیرو بن گیا۔ اب جس طرف دیکھئے اکرم کا ذکر ہو رہا ہے۔ فلاں کو رنگ سے باہر پھینک دیا۔ فلاں کی کمر توڑ ڈالی اور فلاں تو اکرم کے ایک ہی ڈراپ کِک میں ڈھیر ہو گیا۔

اتفاق کی بات ہے کہ ایک دن چند دوستوں میں کرکٹ اور فری اسٹائل کشتی پر بحث کی ٹھن گئی۔ کسی نے حمایت کی اور کسی نے مخالفت۔ اس دوران میں مجھے کیا سوجھا کہ حمایت کرنے والوں کی تائید میں میری زبان سے یہ نکل گیا کہ خدا نے بھی تو طالوت کی پارٹی کے متعلق کہا ہے کہ "وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم"۔ اس پر بحث کا خاتمہ ہو گیا۔ حمایت کرنے والے جیت گئے۔

اس کے بعد یہ ہوا کہ حمایت کرنے والوں میں سے ایک دوست بھاگے بھاگے گئے۔ اور اپنی جیب سے دس دس روپے کے دو ٹکٹ لے آئے۔ اور عجیب انداز سے فرمایا کہ اب تو آپ بھی کشتی ملاحظہ فرمائیں گے پہلوانوں کے حق میں فتویٰ تو دے ہی دیا۔ شام کو دروازے پر گاڑی بھی آ گئی۔ میں جب ان کے ساتھ "سردار ولبھ بھائی پٹیل اسٹیڈیم" پہنچا تو عجیب سماں دیکھا تیس چالیس ہزار کا مجمع تھا۔ بڑے بڑے لوگ آئے ہوئے تھے۔ مہاراجہ اندور، مہارانی اندور، مہاراجہ بڑودہ وغیرہ رئیس مجھے گنتا پڑا۔ کے سیٹھ بھی اپنے خاندان سمیت ملے۔ پریس رپورٹروں کی تو بھیڑ تھی۔ مجھے وہاں اور بھی بہت سے معروف اشخاص نظر آئے۔ اس اسٹیڈیم کا منظر دیکھو تو بڑا ہیبت ناک ہے۔ ایک لق و دق میدان۔ مگر آج تو وہاں انسانوں کا ایک جنگل تھا۔

اس اثناء میں ایک طرف سے اذانِ مغرب کی آواز آئی۔ قطار میں بند ہیں اور ایک آواز بلند ہوئی۔ اکرم کی کامیابی کی دعا کیجئے۔

خیر اب کشتی شروع ہوئی۔ دو پہلوان جب آپس میں بھڑنے لگے نامعلوم کیوں میرا ذہن منطقیوں کے اس قول کی طرف چلا گیا کہ "انسان حیوان ناطق ہے"۔ پھر میں یہ سوچنے لگا کہ جنگل کے بھینسے بھی تو اسی طرح لڑتے ہوں گے۔ تیسری کشتی "رستم ہند دارا سنگھ" کی ایک یورپی پہلوان جارج انڈور سے تھی۔ دارا سنگھ تو رستم ہند ہی ہے۔ لڑا بھی خوب محنت سے اور حریف پر فتح بھی پائی۔ مگر میرے دل میں اس کشتی سے نفرت ہی پیدا ہوتی گئی۔ تا آخر اکرم کی باری آئی۔ اس سے پہلے کہ اکرم اکھاڑے پر آئے اناؤنسر نے مائیکروفون سے اکرم کا تعارف کرایا۔ رستم زماں گاماں کا بھتیجا، امام بخش پہلوان کا لڑکا۔ وزن ۲۳۶ پونڈ وغیرہ وغیرہ۔ اس کے بعد اکرم کو اکھاڑے پر بلایا گیا۔ وہ اکھاڑے پر آیا۔ مگر اُس کے آنے کی شان ہی اور تھی۔ وہ شیر کی طرح رنگ کو جھپٹ کر کے آیا۔ اس کا سارا جسم کندن کی طرح دمک رہا تھا۔ گردن۔ چھاتی۔ بازو و زانو سب گواہی دے رہے تھے کہ یہ حریفوں پر فتح پانے ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ "پسو کشمیری" جس کی تعریف میں بھی زمین و آسمان کے قلابے ملائے گئے تھے جب وہ سامنے آیا تو تن و توش میں اکرم سے کچھ برتر ہی تھا۔ اس وقت تماشائیوں کی حالت قابلِ دید تھی۔ کوئی زیرِ لب نصر من اللہ و فتح قریب پڑھ رہا ہے۔ کوئی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہوئے ہے۔ کوئی اور درود و وظائف میں لگا ہوا ہے۔ سب کی زبان پر یہی ہے کہ یا اللہ خدا آبرو رکھیو یہی حال پسو کے حامیوں کا بھی تھا۔ اس وقت میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا تھا کہ کیا اللہ نے اکرم کو ایسا خوبصورت جسم بے فائدہ بھینسے کی لڑائی لڑنے کے لئے دیا ہے۔ مگر جب اکرم نے اپنے حریف سے ہاتھ ملایا تو میرے دل میں اکرم کے لئے ایک جگہ سی پیدا ہو گئی۔

اکرم جس طرح یہ پسند نہیں کرتا کہ خواہ مخواہ کوئی اس کے بدن کو زمین پر رگڑے اور وقت گزارے۔ اسی طرح وہ یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ وہ کسی کو دیر تک زمین پر رگڑتا رہے۔ اس نے دو داؤ تک اپنے حریف کو کھلایا۔ جس طرح بلی چوہے کو کھلاتی ہے۔ وہ گتھم گتھا ہونے سے پرہیز کرتا رہا۔ حریف کو ہر داؤ لگانے کا موقع دیا۔ اور فوراً اس کا کاٹ بھی کر دیا۔ بے اختیار زبان سے آفریں آفریں کی آواز نکلتی تھی۔ آخر تیسرے راؤنڈ میں اس نے اس طرح کشتی ختم کی کہ ہاتھ ملتے ہی حریف کو ایک ڈراپ کِک مارا۔ وہ ابھی سنبھل کر اُٹھا ہی تھا کہ دوسرا کِک مارا اور حریف اکھاڑے پر ڈھیر ہو گیا۔ یہ کام اکرم نے شیر کی سی چستی اور بجلی کی سی تیزی سے کیا۔ اس کی چستی و کامیابی کا لوگوں پر اتنا اثر ہوا کہ جب اس کی فتح کا اعلان ہوا تو لوگ بے تحاشا اس سے مصافحہ کرنے لگے اور آپ یہ سمجھ لیجئے کہ ان مصافحہ کرنے والوں میں ایک میں بھی تھا۔ میں نے اس کو بڑے زور سے مبارکباد دی اور کہا کہ خدا اسی طرح آپ کو سربلند رکھے۔ اس کے بعد اکرم اور کئی بار اکھاڑے میں آیا اور کامیاب رہا۔ آخر ۱۸ اور ۱۹ فروری کو ہندوستان کے دو زبردست پہلوانوں سے اس کا مقابلہ ہوا۔ نادر سنگھ سے فری اسٹائل میں۔ اور تیجا سنگھ سے ہندوستانی اسٹائل میں۔ اور ان دونوں کشتیوں میں اکرم نے شاندار کامیابی حاصل کی۔ جس دن اس نے نادر سنگھ پر فتح پائی اسی دن اسے ایک کپ سونے کا تمغہ انعام دیا گیا۔ حکومت مہاراشٹر کے آئی۔جی نے اپنے ہاتھوں سے اسے یہ انعامات دیئے۔ بمبئی کے ایک ہندو تاجر نے اتنا بڑا ہار پہنایا کہ اکرم کے گھٹنوں تک آ گیا۔

۱۹ر فروری کو اکرم اور تیجا سنگھ کا ہندوستانی اسٹائل میں مقابلہ تھا۔ سچ پوچھئے تو بظاہر اکرم اور تیجا سنگھ میں کوئی جوڑ نہیں تھا۔ اکرم ۲۳۶ پونڈ کا اور تیجا سنگھ ~~...~~ پونڈ کا۔ مگر اکرم کی پہلوانی کا سکہ لوگوں پر اسی دن جما۔ اس مقابلہ کے لئے ۲۰ منٹ کا وقت دیا گیا تھا۔ مگر اکرم نے ہاتھ ملاتے ہی صرف تین سیکنڈ میں اندر تیجا سنگھ کو چت کر کے اس کے سینے پر بیٹھ گیا۔ لوگ حیران کہ یہ ہوا کیا اور کیسے ہوا! سبھوں کو رستم زماں گاماں اور زبسکو کا مقابلہ یاد آ گیا۔ گاماں نے بھی اسی طرح زبسکو کو چت کیا تھا۔ اس دن اکرم کو ایک فلم کمپنی کے مالک کی طرف سے دس ہزار روپے کا چیک اسٹیج پر ہی پیش کیا گیا۔ مگر اکرم نے فوراً اعلان کیا کہ میں یہ رقم ہندوؤں اور مسلمانوں کے خیراتی اداروں کو برابر برابر دے دیتا ہوں۔ اس طرح اکرم عوام میں اور مقبول ہو گئے۔

اس کے بعد اکرم نے ہنگری کے مشہور اور غیر مفتوح پہلوان کنگ کانگ کو چیلنج دیا۔ بڑے حیلے و حجت کے بعد اس نے یہ چیلنج قبول کیا۔ اور

(باقی [illegible])

تعدد ازدواج کے متعلق رسالہ "سنت سپاہی" امرتسر کے قابلِ قدر خیالات

(از مکرم گیانی عبد اللطیف صاحب درویش قادیان)

افسوس کا مقام ہے کہ بعض کوتاہ اندیش حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر تعدد ازدواج کے باعث اعتراض کرتے ہیں۔ ان کے ناقص خیال میں آپؐ نے یہ شادیاں (نعوذ باللہ) محض نفسانی شہوانی خواہشات کو پورا کرنے کی غرض سے کی تھیں۔ اس کے جواب میں محکم دلائل اور تاریخی شواہد سے یہ امر متعدد بار ثابت کیا جا چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں کا اس قسم کی خواہشات کی تسکین سے کچھ تعلق نہ تھا بلکہ تمام کی تمام شادیاں نہ صرف نہایت پاکیزہ اغراض و مقاصد کی حامل تھیں بلکہ نوعِ انسانی پر ناقابلِ فراموش احسان کا رنگ رکھتی تھیں۔ اس سلسلہ میں جس قسم کی صورتِ حال اسلامی دنیا کی طرف سے پیش کی جاتی تھی خدا کا شکر ہے کہ آج غیر مسلم دنیا کا تعلیم یافتہ سمجھدار طبقہ خود اپنے روحانی پیشواؤں پر اس قسم کے اعتراضات کے جواب میں بالکل اسی قسم کی توجیہات و تشریحات پیش کر رہا ہے۔ چنانچہ اس طبقہ کے لوگ صاف طور پر یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ روحانی ریفارمروں اور قومی لیڈروں کے تعدد ازدواج میں شہوانی خواہشات کو ہرگز دخل نہ تھا۔ بلکہ ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ مختلف قوموں اور خاندانوں کے ساتھ جسمانی سمبندھ پیدا کر کے ان کو اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے تیار کیا جائے جس کے لئے ان ریفارمروں کا ظہور ہوا تھا۔

چنانچہ اسی قسم کے خیالات کا اظہار رسالہ "سنت سپاہی" کی اسی ماہ مارچ کی اشاعت میں رسالہ کے قابل قدر ایڈیٹر سردار منجیت سنگھ صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی نے سری گورو گوبند سنگھ جی کے تعدد ازدواج پر بایں الفاظ کیا ہے:۔

"ست گورو کی پہلی شادی یکم بیساکھ سمت ۱۷۳۴ میں ماتا جیتو یا ماتا جینو جی کے ساتھ ہوئی۔ چار سال کا عرصہ گزرنے پر بھی ان کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ جب پر لوگوں کے صلاح مشورے پر آپ کی دوسری شادی پندرہ جیٹھ سمت ۱۷۴۲ میں ماتا سندر سروپ یا ماتا سندری جی کے ساتھ ہوئی جن سے اسی برس یکم پھگن کو صاحبزادہ اجیت سنگھ پیدا ہوئے اور اکیس چیت سمت ۱۷۴۷ میں ماتا اجیتو جی کے پیٹ سے صاحبزادہ زور آور سنگھ جی اور پھر انتیس مگھر سمت ۱۷۵۳ میں صاحبزادہ جھار سنگھ جی اور انتیس پھگن سمت ۱۷۵۵ میں صاحبزادہ فتح سنگھ جی کی پیدائش ہوئی۔ تاریخوں میں اختلاف ضرور پایا جاتا ہے لیکن یہ بات بالکل غلط ہے کہ ماتا اجیتو اور ماتا سندری جی کا وجود ایک ہی تھا۔ ماتا اجیتو جی چھ پوس سمت ۱۷۵۷ میں وفات پا گئیں۔ اگلے سال سمت ۱۷۵۸ میں گورو جی علاقہ مالوے کے دورے پر تشریف لے گئے۔ اور پانچ ساون کو رہتاس میں قیام کیا۔ یہاں پر رکھراد ذات کے رامو نام کے کھتری نے اپنی صاحبزادی سری صاحب دیوان کو گورو جی کی خدمت میں پیش کیا۔ اور شادی کی خاطر نذر بھی دیا۔ جس پر گورو جی نے ان کے ساتھ صرف روحانی طور پر شادی کرنی منظور کر لی۔ کیونکہ آپ کے ہاں چار صاحبزادوں کی پیدائش ہو چکی تھی۔ لڑکے کی خواہش کرنے پر آپ نے ماتا صاحب دیوان جی کو تمام "خالصہ پنتھ" لڑکے کے طور پر بخش دیا۔ سو آج تمام خالصہ قوم کے پتا سری گورو گوبند جی اور ماتا صاحب دیوان مانے جاتے ہیں۔"

"اس زمانہ میں شاہی خاندانوں میں تعدد ازدواج کا رواج تھا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ نزدیکی کا تعلق پیدا کر کے ہر علاقہ میں حمایتی اور ہمدرد پیدا کئے جائیں۔ گوروگدی صرف تپسویوں۔ درویشوں اور تیاگیوں کی گدی نہ تھی بلکہ دنیا کے لوگوں کے لئے مذہبی اور پولیٹیکل رہنمائی اور حفاظت کی سلطنت تھی سو گوروؤں کی شان۔ ٹھاٹھ اور رسم و رواج جہاں پر فقیرانہ تھے وہاں پر شاہانہ بھی تھے۔ چھٹے گورو صاحب نے جب زمانہ کی ضرورت کے مطابق سری اکال تخت بنا کر جنگ لڑنے بھی شروع کر دیئے تو شادی کے رشتے کر کے مختلف علاقوں اور سرداروں کے ساتھ نزدیکی اور مضبوطی کے تعلقات بھی پیدا کئے گئے۔ دسویں گورو جی نے پہلے دو شادیاں جھمیلوں میں کیں۔ اب تیسری شادی مالوے کے علاقہ میں کی۔ جہاں پر جس علاقہ کی لڑکی بیاہی ہوئی تھی۔ وہ سارا علاقہ ہی لڑکے والوں کی عزت اور سکھ دکھ میں شامل ہونا ضروری سمجھتا تھا۔ اور اپنی لڑکی کی عزت قائم رکھنے کے لئے اس علاقہ کے نوجوان مرنے اور مارنے کو تیار رہتے تھے۔ گورو صاحبان کی شادیوں کو اسی نقطۂ نگاہ سے دیکھنا چاہیئے۔ زمانہ اور ضرورت کے مطابق زیادہ شادیاں کرنی ضروری تھیں۔ اس وقت اس بات میں کوئی عیب نہ سمجھا جاتا تھا اور نہ ہی یہ بات شہوانی خیالات کی تسکین کے لئے خیال کی جاتی تھی۔ اس لئے زیادہ شادیوں سے انکار کرنے اور غلط تفسیریں کرنے کی ضرورت نہیں۔"

(ترجمہ رسالہ سنت سپاہی گورمکھی امرتسر مارچ ۱۹۶۱ء)

مسطورہ بالا عبارت سے احباب کو یہ بخوبی علم ہو گیا ہوگا۔ کہ تعدد ازدواج کا مقصد بعض کوتاہ اندیشوں کے خیال کے مطابق صرف عیش پرستی ہی نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ اس کے اور بھی کئی ایک مقاصد ہو سکتے ہیں۔ جیسے غریبوں کی مدد۔ مختلف علاقوں اور قوموں کے ساتھ تعلقات پیدا کر کے ان کی پولیٹیکل اور سوشل حفاظت اور روحانی طور پر رہنمائی کرنا۔ اور ان میں ایک خاص تغیر پیدا کرنا وغیرہ۔

سو یہی مقصد آنحضرت صلعم کا تعدد ازدواج کے وقت تھا۔ اگر (نعوذ باللہ) آپ کی غرض یہ ہوتی تو جس وقت کفار مکہ نے آپ کی خدمت میں اس طور کی پیشکش کی تھی۔ کہ اگر آپ کو کسی حسین عورت کے ساتھ شادی کی خواہش ہے تو ہم سب سے حسین عورت آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں۔ اگر دھن دولت کی تمنا ہے تو آپ کے لئے وہ بھی حاضر ہے وغیرہ۔ اس وقت آپ ان کو یہ جواب ہرگز نہ دیتے کہ اگر سورج میرے دائیں اور چاند میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیئے جائیں تب بھی میں یہ ہرگز پسند نہ کروں گا کہ جس کام کے سرانجام دینے اور جس پیغام کو دنیا بھر کے لوگوں تک پہنچانے کے لئے خدا نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس میں کسی قسم کی کوتاہی کروں۔ مجھے تمام خوبصورتیاں خدا میں نظر آتی ہیں صرف خدا کی محبت اور اس کا عشق میرے لئے تمام دولتوں اور مال و منال سے بڑھ کر ہیں بہتر و اعلیٰ ہیں۔

پھر آپ کی بیویوں میں سے زیادہ تر ایسی تھیں جو یا تو ادھیڑ عمر کی تھیں یا بیوہ۔ اور یا پھر ایسی تھیں کہ جن کے خاوند جنگوں میں شہادت پا چکے تھے اور ان کی حقیقی رنگ میں نگرانی کرنے والا کوئی نہ تھا۔ پس محض اُن کی خیر خواہی اور شفقت و احسان کے طور پر ان سے ازدواجی تعلقات قائم کئے تا اس کا طرح اُن کی دلداری کی صورت بن جائے!! اسی طرح مختلف قوموں اور خاندانوں کے ساتھ جسمانی تعلق پیدا کر کے ان تک اسلام کے پیغام کو نہایت اور آسان طریقہ سے پہنچایا جا سکے اور بعد میں آیندہ ذمہ داریوں کو صحیح رنگ میں ادا کرنے کیلئے ان علاقوں اور قوموں کے لوگوں کو تیار کیا جا سکے۔ اور جسمانی تعلق ہونے کی وجہ سے مختلف رنگ و نسل کے لوگ بے تکلفانہ طریق سے آپ کی صحبت میں آ کر اسلام کی تعلیم کو سیکھ سکیں اور اپنی اپنی قوموں کو اس سے روشناس کرا سکیں۔ اس سے زیادہ آپ کی زیادہ شادیوں کا کوئی مقصد نہ تھا۔

اسی سلسلہ میں یہ بات بھی ایک حقیقت

کارنگ رکھتی ہے کہ عیش و عشرت کا متوالا انسان صرف زیادہ عورتیں رکھنے پر ہی اکتفاء نہیں کرتا بلکہ زندگی کے عیش و رفاہیت کے جملہ سامانوں کے مہیا کرنے کے لئے بھی تسدیم اٹھاتا ہے۔ آنحضرت صلعم کی پاکیزہ زندگی اس سے بکلی منزہ ہے بادشاہ ہونے کے بعد بھی آپ کے ہاں آرام و سہولت اور عیش پرستی کے سامانوں کو جگہ نہ ملی۔ اس حالت میں بھی آپ کی غذا۔ لباس اور رہن سہن ہمیشہ فقیرانہ رہا۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ کی پاکیزہ زندگی محض فرائض کی ادائیگی اور روحانی بلندی کے حصول کی آئینہ دار تھی نہ کہ عیاشی کی خوگر۔

پس جس قسم کے خیالات کا اظہار جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ سنت سپاہی نے کیا ہے درحقیقت بلند پایہ شخصیات با لخصوص روحانی لحاظ سے بڑی ہی قابل احترام ہستیوں کے متعلق ایسے ہی خیالات معقول اور درست سمجھے جا سکتے ہیں۔ ورنہ جو ان مقدس وجودوں پر گندے اچھالتا ہے، وہ اصل وہ اپنی ہی گندی ذہنیت کا اظہار کرتا ہے۔ پس ضرورت ہے اس امر کی کہ لوگ ایسے برگزیدہ رہنماؤں کے تعدد ازدواج کے حقیقی اور بلند تر مقصد کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اور خواہ مخواہ ایسی برگزیدہ اور پاکباز ہستیوں پر گند اچھالنے سے پرہیز کریں۔

دعا ہے کہ خدا ہمیں اپنے اندر نیک اور پاک تغیر پیدا کرنے کی توفیق بخشے۔

چندہ تحریک جدید سال ۲۷/۱۷

سو فی صدی ادا کرنے والے مخلصین

بدر کی ایک گذشتہ اشاعت میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ جو احباب ۲۹ رمضان المبارک تک تحریک جدید کے سال رواں کا چندہ سو فی صد ادا کر دیں گے ان کے نام بغرض دعا سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بھجوا دیئے جائیں گے سو حضور انور کی خدمت میں وہ فہرست بھجوائی جا رہی ہے اور دعا کی غرض سے بدر میں شائع کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب احباب کو جزائے خیر بخشے۔

(یہ فہرست دفتر محاسب سے ۲۱ مارچ تک کی حاصل کی گئی ہے)

وکیل المال تحریک جدید قادیان

دور اول ۲۷

- مکرم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب قادیان ۲۱۷/-
- ،، والد صاحب قریشی عطاء الرحمٰن صاحب قادیان ۹/۶۲
- مکرمہ والدہ صاحبہ ،، ،، ۹/۶۲
- ،، استانی ربیعہ خانم صاحبہ قادیان ۹/۶۲
- مکرم والد صاحب ،، ،، ۵/۶۲
- مکرمہ مہر النساء صاحبہ لوپہ نگر آسام ۴۹/-
- مکرم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کلکتہ ۶۰/-
- مکرمہ زبیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ ،، ،، ۵۵/-
- مکرم منیر احمد صاحب بانی ،، ۴۰/-
- ،، شریف احمد صاحب بانی ،، ۳۰/-
- ،، نصیر احمد صاحب بانی ،، ۳۰/-
- ،، بابو محمد رفیق صاحب ،، ۳۵/-
- ،، سیٹھ محمد یوسف صاحب بانی ،، ۱۷۶/-
- ،، حضرت سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب سکندر آباد دکن ۱۱۵/-
- مکرمہ اہلیہ صاحبہ ،، ،، ۵۴/-
- مکرم مستری غلام رسول صاحب چینہ ۲۶/-
- ،، سید منظور احمد صاحب بھیر بھنیشور ۱۴/-
- ،، بی دستگیر صاحب شموگہ ۱۵/-
- ،، ایم کریم خان صاحب ،، ۱۱۳/-
- ،، سید محمد یونس صاحب سرو ۸/-
- ،، سید مبشر الدین احمد صاحب سونگھڑہ ۱۶/۵۰
- ،، مولوی محمد اسمٰعیل صاحب وکیل یادگیر ۴۷/-
- مکرمہ فاطمہ بیگم صاحبہ ،، ۶۶/۵۰
- مکرم محی الدین صاحب غوری حیدر آباد ۵۷/۵۰
- مکرمہ والدہ صاحبہ ،، ،، ۸۷/۵۰
- ،، فاطمہ بی صاحبہ ،، ۵/-

دور دوم ۱۷

- مکرم کمہار محمد عبد اللہ صاحب قادیان ۶/-
- ،، ملک خیر الدین صاحب ،، ۶/-
- ،، عبد الغفور صاحب ،، ۹/۵۰
- مکرمہ رقیہ بیگم صاحبہ ،، ۷/۵۰
- مکرم مولوی سید غلام احمد شاہ صاحب ،، ۱۵/-
- مکرمہ اہلیہ صاحبہ ،، ،، ۵/۱۰
- مکرمہ اہلیہ صاحبہ مستری محمد الدین صاحب ،، ۶/۶
- عزیز حمید الدین صاحب ،، ۵/۴
- بچگان مستری محمد الدین صاحب ۳/۶

- مکرم بابا فضل احمد صاحب قادیان ۱۱/۱۹
- مکرمہ اہلیہ صاحبہ سید شہامت علی صاحب ،، ۳/۶
- مکرم چوہدری سکندر خان صاحب ،، ۱۱/۱۸
- مکرمہ بدر دین بیگم صاحبہ رانچی ۲/-
- ،، صادقہ بیگم صاحبہ ،، ۲/-
- مکرمہ حور عین صاحبہ ،، -/۵۰
- مکرم لطیف اللہ صاحب سکندر آباد ۱۴/-
- مکرم اسرار محمد صاحب رائلہ ۴۶/-
- ،، انوار محمد صاحب ،، ۴۶/-
- مکرمہ نسیم اللہ بیگم صاحبہ ،، ۱۱/-
- مکرم سید سجاد احمد صاحب رانچی ۲۰/-
- محترمہ اہلیہ صاحبہ ،، ،، ۲۰/-
- ،، روبینہ صاحبہ ،، ۱۰/-
- مکرم شیخ غلام احمد صاحب زیشی بیجہ ۵/-

- ،، بہادر خاں صاحب سرکاکونم ۵/-
- مکرم محمد حنیف صاحب سررشتہ دار یادگیر ۶/۲۵
- محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ ،، ۴۴/-
- ،، امتہ المنیر صاحبہ ،، ۱۵/-
- ،، امتہ المنعیم صاحبہ ،، ۵/-
- بچگان رشید احمد صاحب ۵/-
- مکرم محمد ادریس صاحب ۸/-
- محترمہ عائشہ صدیقہ صاحبہ یادگیر ۷/-
- محترمہ امتہ السلیم صاحبہ یادگیر ۱۵/-
- ،، سہیلہ طیبہ صاحبہ ،، ۶/۵۰
- ،، امتہ البشیر بیگم صاحبہ ،، ۶/۲۵
- مکرم شاہد محمود غوری صاحب ،، ۵/-
- محترمہ انیسہ بیگم صاحبہ ،، ۹/-
- مکرم وکیع احمد صاحب غوری ،، ۵/-
- امتہ الصدیقہ صاحبہ ،، ۷/-
- مکرم محمد خواجہ غوری صاحب ،، ۱۳/۵۰
- ،، محمد عثمان احمد صاحب ،، ۲۵/-
- ،، سیٹھ عبد اللطیف صاحب ،، ۱۱/-
- ،، سید مصدق علی صاحب سونگھڑہ ۵/-
- ،، کے۔ این علیا صاحب کیرولائی ۲۵/-
- ،، عزتو میاں صاحب ہبلی ۵/-
- ،، حضرت صاحب منڈا سنگھر ،، ۵/-
- ،، عبد الشکور صاحب ،، ۵/-
- ،، بشیر احمد صاحب گلبرگہ ۵/-
- ،، عبد الغفار صاحب بزرکہ گلبرگہ ۱۴/۲۵
- ،، فاروق احمد صاحب ،، ۷/۵۰

- مکرم سیٹھ رشید احمد صاحب حیدر آباد ۷۵/-
- محترمہ اہلیہ صاحبہ سیٹھ مبشر الدین صاحب حیدر آباد ۳۵/-
- مکرم عظیم الدین صاحب ،، ۱۲/-
- ،، عبد القادر صاحب بنگلور ۱۴/-
- محترمہ اہلیہ صاحبہ ،، ،، ۹/-
- بچگان ،، ،، ۹/-
- مکرم سید عتیق احمد صاحب رانچی ۲۰/-
- ،، محمد صابر حبیب صاحب آسنور ۵/-
- ،، محمد نصیر اللہ صاحب بنڈاسی لعبد رواہ ۹/۵۰
- منجانب امتہ النصیر صاحبہ مرحومہ ،، ۵/-
- ،، فاروق احمد صاحب ،، ۷/-
- ،، خواجہ غلام رسول صاحب ڈار ،، ۱۰/۵۰
- ،، شریف احمد صاحب آرٹہ ۱۰/-
- ،، محمد سالم صاحب چارکوٹ ۵/-
- محترمہ اہلیہ صاحبہ عبد الحق صاحب خادم چارکوٹ ۵/-
- ،، امینہ بی بی والدہ محمد عثمان صاحب سوربہ ۶/۵۰

پروگرام تبلیغی دورہ صوبہ اڑیسہ و بہار

از ۳۱ مارچ تا ۶ مئی ۱۹۶۱ء

مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق ایک تبلیغی وفد صوبہ اڑیسہ اور بہار کا دورہ کر رہا ہے۔ یہ وفد مولوی بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ کلکتہ اور مولوی عبد الحق صاحب فضل مبلغ رانچی پر مشتمل ہوگا۔ جملہ مقامات کی جماعتوں کو اپنے یہاں اس دورہ کو زیادہ سے زیادہ مفید و کامیاب بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ (ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

نام جماعت	تاریخ رسیدگی وفد	قیام	کیفیت
کٹک	۳۰ مارچ	دو یوم	
کرڈاپلی	۲ اپریل	تین یوم	مع بنکال، کوٹ پلہ وغیرہ
سونگھڑہ	۵ اپریل	دو یوم	
کیندرہ پاڑا	۷ اپریل دوپہر	ایک یوم	
کیرنگ	۸ اپریل شام	چار یوم	مع مانگا گوڑا نیا گڑھ وغیرہ
کٹک	۱۲ اپریل رات	تین یوم	مع ادا ایم پی پودوار وغیرہ
بھونیشور	۱۵ اپریل رات	ایک یوم	
جمشید پور	۱۷ اپریل صبح	دو یوم	
موسی بنی مائینز	۱۹ اپریل رات	دو یوم	
رانچی	۲۲ اپریل	دو یوم	
پٹنہ	۲۵ اپریل	ایک یوم	
مظفر پور	۲۷ اپریل	ایک یوم	
بھاگلپور	۲۹ اپریل	دو یوم	
مونگھیر	یکم مئی	،،	
اورین	۳ مئی	ایک یوم	
خانپور ملکی بلاری	۴ مئی	دو یوم	

قطعات

از حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ

(۱)

ساقیا آمدنِ عید مبارک باشد — برہمہ فضلِ خداوند تبارک باشد
اولیں بیعتِ مہدئ مسیحائے زمن — ہم دریں ماہ پئے احمدی مسلک باشد

(۲)

آں مسیحا کہ بر افلاک مقامش گویند — از ہمیں خاک ہویدا و سلامش گویند
از دل و جان فدائے شہ احمد مہدی — سہ صد و سیزدہ ۳۱۳ اصحاب کرامش گویند

(۳)

چو تکمیل اسلام و اتمام نعمت — بفرمود آں خاتمی مرتبت
زفیضش بہ اکمال اکمل رسید — حفاظت اشاعت ز مہدئ امت

(۴)

شہ محمود احمد مصلح موعود مہدی ہے — علی الاعلان سچی بات میں نے سب کو کہدی ہے
وہ شہرت پا گیا اکنافِ عالم میں کہ احمد نے — خبر اسلام پھیلانے کی پہلے ہی سے دیدی ہے

(۵)

اسلام دیں۔ محمدؐ و احمدؑ کا ہوں غلام — لازم ہے اس لئے کہ کلیسا کا چھوڑ دوں
روحانیت کا میری اسی پر ہے جب مدار — کیوں میں خیال مہدی و عیسیٰ کا چھوڑ دوں

مندرجہ ذیل احباب کا چندہ اخبار بدر ماہ مارچ سنہ ۱۹۶۱ء میں ختم ہے

- ۱۷۰۲ مکرمی پی محمد صاحب مدراس
- ۱۳۸۸ ،، شیخ قاسم داؤد صاحب ہریچہ باندہ
- ۲۰۰۲ ،، عبد الرشید خان صاحب ڈھینکانال
- ۲۰۰۶ ،، مرزا اظہر بیگ صاحب کشن گنج
- ۲۰۱۳ ،، ایم ایس سیٹھ محمد اعظم صاحب معین الدین صاحب حیدرآباد دکن
- ۲۰۱۴ ،، محمد ظفر ملک صاحب گرنڈہ
- ۲۰۱۵ ،، علی احمد صاحب صدیقی کلکتہ
- ۲۰۱۶ ،، غلام محمد صاحب گنائی سورت
- ۲۰۱۷ ،، محمود اللہ خلیل صاحب سری پار
- ۲۰۱۹ ،، مسٹر اے عزیز الدین صاحب لنڈن
- ۲۰۲۰ ،، محمد لقمان صاحب دھنور گوریاں
- ۱۳۲۷ ،، محمد عبد السلام صاحب حیدرآباد
- ۱۷۴۵ ،، محمد عبد المقتدر صاحب فاروقی حیدرآباد
- ۱۷۹۶ ،، ایچ ڈی پال صاحب جمشید پور
- ۱۷۹۵ ،، پروفیسر عبد العزیز صاحب چانباسہ
- ۱۲۴۲ ،، ڈپٹی محمد ایوب صاحب رانچی
- ۱۷۲۰ مکرم منشی عبد الحفیظ صاحب کرہل
- ۱۷۲۵ ،، مولوی نور الدین صاحب بڑھانیا
- ۱۱۴۶ ،، حکیم پیر غلام محمد صاحب باڑی پورہ
- ۱۷۰۳ ،، شیخ عبد المنان صاحب چودوار
- ۱۹۳۶ ،، عطاء الرحمن صاحب موسیٰ بنی مائینہ
- ۱۷۱۱ ،، غلام مصطفےٰ صاحب کنوڑ پال کٹک
- ۱۹۱۲ ،، محمد خان صاحب موسیٰ بنی مائینہ
- ۱۹۶۰ ،، محمد بشیر الدین صاحب کوٹھ کوٹہ دکن
- ۱۳۵۴ ،، پروفیسر سید اختر احمد صاحب پٹنہ (بہار)
- ۱۲۴۶ ،، شریف احمد صاحب اکبر پور
- ۱۳۸۹ ،، سید محمد عقیل صاحب حیاتآباد
- ۱۸۸۰ ،، نذیر احمد صاحب ڈار Mawanga
- ۱۳۹۵ ،، سید برہان الدین احمد شاہ صاحب قادری بالاسور

بمبئی میں ہمارے مشاغل

(بقیہ صفحہ ۸)

۷ر مارچ کو دونوں کے مقابلے کا اعلان ہوا۔ اس دن سردار ولبھ بھائی اسٹیڈیم میں تل دھرنے کو جگہ باقی نہیں رہی تھی۔ کم سے کم ۷۵ ہزار آدمی یہ کشتی دیکھنے آئے تھے اور ہزاروں آدمی تو ٹکٹ نہ ملنے کے باعث اسٹیڈیم میں نہ آ سکے۔

آخر یہ دونوں نامی گرامی پہلوان اسٹیج پر آئے جسمانی تن و توش میں کنگ کانگ ۱۴ پونڈ کا ہے اور اکرم صرف ۲۳۶ پونڈ کا۔ بس اس سے سمجھ لیجئے کہ یہ مقابلہ کیسا تھا۔ اس پر لطف یہ کہ اکرم کسی حالت میں فاؤلنگ نہیں کرتا۔ اور کنگ کانگ کبھی فاؤلنگ سے گریز نہیں کرتا۔ خیر اس حالت میں دونوں آمنے سامنے آئے۔ پہلے اکرم نے عجب بانکپن سے رنگ کے دو چکر کاٹے۔ پھر دونوں میں زور آزمائی شروع ہوئی۔ جب پانچواں راؤنڈ شروع ہوا تو اکرم شیر کی طرح جھپٹ کر کے کنگ کانگ کے پاس آیا۔ اور بجلی کی طرح تڑپ کر ایک ڈراپ کِک لگائی۔ گوشت پوست کا یہ پہاڑ دھڑام سے زمین پر گرا۔ اور ابھی سنبھلنے نہیں پایا تھا کہ اکرم نے دوسری ڈراپ کِک لگائی۔ وہ پھر گرا۔ اور ابھی اُٹھا ہی تھا کہ اکرم نے تیسری بار اتنی سخت ڈراپ کِک لگائی کہ کنگ کانگ رنگ کے باہر سر کے بل زمین پر گرا۔ اور چیں بول گیا۔ اکرم کی فتح کا اعلان ہو گیا۔ اکرم کی اس فتح سے پچھتر ہزار تماشائی اتنے مسرور ہوئے کہ مرحبا آفرین۔ زندہ باد کے نعروں سے بہت دیر تک فضا گونجتی رہی۔ اس اثناء میں ایک پارسی دوست اسٹیج پر آئے اور آٹھ تولے سونے کا ہار اکرم کو بطور انعام دیا۔ حکومت مہاراشٹر کے وزیر مالیات مسٹر وانکھیڑے نے جو وہاں موجود تھے اپنے ہاتھوں سے اکرم کو یہ ہار پہنایا۔

میرے دوستو! اب آپ یہ بھی سن لیجئے کہ یہ کوئی قصہ گو نہیں۔ میں نے آپ لوگوں کا اتنا وقت بے وجہ نہیں لیا۔ مجھے دراصل ہند و مسلم اتحاد کی طرف ملک کی توجہ مبذول کرانی ہے۔ کہ دیکھا اس وقت جب جبلپور اور کراچی میں فرقہ وارانہ منافرت پھیلی ہوئی تھی۔ اکرم اس انٹرنیشنل ریسلنگ سوسائیٹی کا ہیرو بنا ہوا تھا۔ کیا ہندو کیا مسلمان کیا سکھ اور کیا پارسی سبھی اکرم کو ہاتھوں ہاتھ لے رہے تھے۔

مرہٹی اور اردو اخباروں نے پاکستانی پہلوانوں کی عزت افزائی کی۔ بہ متعدد کثیر الاشاعت اخباروں نے "پہلوان نمبر" نکالے۔ جس دن اکرم کی کنگ کانگ سے کشتی ہوئی اس دن ججوں کے بنچ پر انگریزی۔ مرہٹی اور اردو اخبارون کے پانچ ایڈیٹر بیٹھے تھے۔ انگریزی اخبارون ٹائمز آف انڈیا۔ فری پریس اور انڈین ایکسپریس کے ایڈیٹر تھے۔ اسی دن حکومت مہاراشٹر کے ایک وزیر نے اپنے ہاتھوں سے اکرم کو سونے کا ہار پہنایا۔ تماشائیوں میں ہر طبقہ کی کثیر تعداد موجود تھی۔ اور سبھی اکرم کو آفرین اور زندہ باد کہہ رہے تھے۔ کسی کے ذہن میں یہ نہیں آیا کہ یہ پاکستانی پہلوان کہاں سے آ گیا۔ کسی نے ہار پہنانے کی بجائے اسے پتھر نہیں مارے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہند و مسلم دونوں قوموں میں اتحاد و دوستی کا گہرا جذبہ موجود ہے۔ کم سے کم سردار ولبھ بھائی پٹیل اسٹیڈیم کے لاکھوں تماشائیوں نے تو اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ ہند و مسلم دوستی کی بنیاد بہت گہری ہے۔ اور ہندوستانی عوام پاکستانی بھائیوں کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں۔ پھر یہ فرقہ وارانہ منافرت ذہن کے کس گوشے سے ابھرتی ہے۔ ہمارے سیاسی رہنماؤں اور نفسیاتی علماء کو اب اسی کا سراغ لگانا چاہیئے۔

منظوری لوکل عہدیداران جماعت احمدیہ کلکتہ

جماعت احمدیہ کلکتہ کے لوکل عہدیداران کی بتفصیل ذیل منظوری دی جاتی ہے

(ناظر اعلیٰ قادیان)

۱۔ جنرل سیکرٹری۔ مکرم شفیع احمد صاحب مالاباری
۲۔ سیکرٹری دعوۃ و تبلیغ۔ الحاج منشی محمد شمس الدین صاحب
۳۔ ،، تعلیم و تربیت۔ میاں محمد عمر صاحب سہگل
۴۔ ،، امور عامہ۔ میاں محمد بشیر صاحب سہگل
۵۔ ،، تحریک جدید۔ میاں محمد صدیق صاحب بانی
۶۔ ،، جائیداد۔ میاں محمد یوسف صاحب بانی
۷۔ ،، وصایا۔ میاں محمد یوسف صاحب بانی
۸۔ ،، مال۔ سید نور عالم صاحب ایم۔ اے
۹۔ ،، ضیافت۔ میاں محمد حسین صاحب
۱۰۔ ،، وقف جدید۔ محمد عارف خان صاحب
۱۱۔ آڈیٹر۔ میاں محمد شفیع صاحب وغیرہ

زکوٰۃ ادا کر کے مواخذہ سے بچیں

قادیان میں عیدالفطر کی تقریب پر دعوتِ عصرانہ

عیدالفطر کی تقریب سعید پر جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے بعد نماز عصر ۴½ بجے قادیان کے معزز سکھ اور ہندو بھائیوں کو دعوت چائے پر مدعو کیا گیا۔ چنانچہ اس موقعہ پر سردار گوردیال سنگھ صاحب باجوہ پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی اور میونسپل کمیٹی قادیان کے دیگر ممبران۔ سردار سنتوکھ سنگھ صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر خالصہ ہائی سکول قادیان پروفیسر صاحبان مقامی کالج۔ شری جاگیری رام صاحب ایس۔ ڈی او محکمہ بجلی۔ سردار راجندر سنگھ صاحب اے۔ ڈی آئی مدارس۔ سردار سرجیت سنگھ صاحب گورنمنٹ فروٹ فارم قادیان۔ سیٹھ بانکے لال صدر کانگرس کمیٹی۔ ڈاکٹر نرنجن سنگھ صاحب باجوہ وغیرہم بہت سے معززین دعوت میں شامل ہوئے سلسلہ کی طرف سے ناظر صاحبان۔ نائب ناظر صاحبان، ہیڈ ماسٹر صاحبان احمدیہ مدارس، ایڈیٹر صاحب بدر اور سلسلہ کے بعض مہمانوں نے شمولیت کی۔

چائے اور مٹھائی کے تناول کرنے کے بعد مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل ناظر اعلیٰ نے جملہ مدعوین کا شرکیک دعوت ہونے پر شکریہ ادا کیا۔ عید کی اسلامی تقاریب کے متعلق مختصر الفاظ میں روشنی ڈالی۔ اور ایسے مذہبی تہواروں پر خوشی کے اظہار کے لئے مخلوط اجتماع کے فوائد کا مختصر الفاظ میں ذکر کیا۔

جناب سردار گوردیال سنگھ صاحب صدر کمیٹی نے مکرم مولوی صاحب کی تقریر کے جواب میں سب احباب جماعت کو عید مبارک کہا۔ دعوت کے لئے شکریہ ادا کیا اور ایسے مسرت خیز تہواروں پر اظہار محبت کے لئے مختلف لوگوں کو اکٹھا بیٹھنے کا موقعہ دینے پر جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کیا۔ اس موقعہ پر دو چھوٹے بچوں بیبی عزیزہ سعادت احمد اور عزیزہ مظہر الحق نے خوش الحانی سے دو نظمیں پڑھ کر حاضرین کو محظوظ کیا۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ تقریب کامیابی کے ساتھ ساڑھے پانچ بجے اختتام پذیر ہوئی۔

(نامہ نگار)

خبریں

کراچی ۲۰ مارچ۔ صدر کینیڈی کے گشتی سفیر مسٹر ایورل ہیری مین نے کل شام یہاں اعلان کیا کہ امریکہ ہندوستان اور پاکستان کے مختلف متنازعہ امور کے متعلق اُن میں سمجھوتہ کرانے کے لئے تیار ہے۔ بشرطیکہ اس سلسلہ میں امریکہ سے درخواست کی گئی۔ مسٹر ہیری مین جو دہلی سے کراچی پہنچے ہیں ہوائی اڈہ پر اخبارات کے نامہ نگاروں کے ساتھ بات چیت کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان نہری پانی کے متعلق جو سمجھوتہ ہوا ہے وہ اس کے سیاسی تعاون کی ایک مثال ہے اور مجھے امید ہے کہ سیاسی تعاون بڑھے گا۔ مسٹر ہیری مین نے مزید کہا کہ میں صدر ایوب خان کے ساتھ اُن باہمی مسائل کے متعلق بات چیت کروں گا۔ جن کا پاکستان اور امریکہ کے تعلقات پر اثر پڑتا ہے۔ میں صدر ایوب خان اور اُن کی گورنمنٹ کے دوسرے ممبروں کو صدر کینیڈی کے ماتحت امریکہ کی نئی ایڈمنسٹریشن کی پالیسیوں سے بھی مطلع کروں گا۔ مسٹر ہیری مین نے کہا کہ میں صدر ایوب خان کو صدر کینیڈی کا ایک ذاتی پیغام دوں گا۔ یہ پیغام واشنگٹن سے میری روانگی کے بعد واشنگٹن سے امریکن سفارت خانہ میں بھیجا گیا ہے۔ مختلف سوالات کا جواب دیتے ہوئے آپ نے کہا کہ صدر کینیڈی کی گورنمنٹ اپنے دوست اور اتحادی ملکوں کو بدستور اقتصادی اور فوجی امداد دیتی رہے گی۔ مسٹر ہیری مین نے یہ بھی بتایا کہ ۲۱ ممالک کی ایک کلب بنائی جائے گی جو مختلف ملکوں کی ترقی کے لئے انہیں مدد دے گی۔

کراچی ۲۰ مارچ۔ پاکستان کے صدر فیلڈ مارشل ایوب خاں نے لندن سے واپس کراچی پہنچنے پر ایک انٹرویو کے دوران میں کہا کہ جنوبی افریقہ نے کامن ویلتھ سے علیحدہ ہونے کا جو فیصلہ کیا ہے اس کے نتیجہ میں کامن ویلتھ فی الواقع ایک سے زیادہ ملکوں والی آرگنائزیشن بن جائے گی۔ کامن ویلتھ کانفرنس میں جنوبی افریقہ کی ممبرشپ کا سوال سب سے بڑا سوال تھا۔ پنڈت نہرو کے ساتھ اپنی بات چیت کا ذکر کرتے ہوئے صدر ایوب خان نے کہا کہ میں نے پنڈت نہرو پر اس امر کے متعلق زور دیا کہ ہندوستان اور پاکستان کے مسائل کا حل نہایت ضروری ہے۔ پنڈت نہرو نے مسئلہ کشمیر کے متعلق میری باتوں کو سُنا لیکن اُنہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

نئی دہلی ۱۴ مارچ۔ وزیر خزانہ شری مرار جی ڈیسائی نے آج لوک سبھا میں ایک تحریری جواب میں بتایا کہ اس وقت بھارت کے ذمہ پبلک قرضہ تقریباً ۴۰۔۷۱ ارب ۷۱ کروڑ روپیہ کا ہے۔ جبکہ غیر ملکی قرضہ کی رقم ۸۰ ارب ۴۴ کروڑ روپیہ کی ہے۔ غیر ملکی قرضہ پر غیر ملکی زرمبادلہ کی صورت میں جو سود دینا پڑتا ہے۔ اس کی حالت سال حال میں ۲۰ کروڑ روپیہ تھی۔ جبکہ پبلک قرضہ پر واجب الادا سود سال بہ سال مختلف ہوتا ہے ۱۹۵۹ء میں اس کی مالیت کم و بیش ایک ارب ۶۲ کروڑ روپیہ تھی جبکہ ۱۹۶۰ء میں اس سود کا نظر ثانی شدہ تخمینہ ایک ارب ۴۴ کروڑ کا ہے۔

نیویارک ۱۹ مارچ۔ آسٹریلیا کے وائس ایڈمرل سر رائے ڈوڈلنگ نے آج یہاں اعلان کیا کہ اگر سیٹو نے کوئی ضروری فیصلہ کیا تو آسٹریلیائی فوجیں چند گھنٹوں کے اندر ہی لاؤس میں داخل ہو جائیں گی۔ وائس ایڈمرل سر رائے ڈوڈلنگ سیٹو کے فوجی مشیروں کی کانفرنس میں آسٹریلیا کے بڑے نمائندہ کی حیثیت سے شرکت کرنے کے لئے یہاں آئے ہیں۔ جو بدھ وار کو شروع ہو رہی ہے واشنگٹن کی اطلاع ہے کہ روس کے وزیر خارجہ مسٹر گرومیکو یہاں بات چیت کے لئے آئے تھے۔ یہ وارننگ دی گئی ہے کہ صدر کینیڈی لاؤس پر کمیونسٹ زیر ماتحت لاؤ فوجوں کے قبضہ کی اجازت نہ دیں گے۔ مسٹر گرومیکو واشنگٹن سے نیویارک پہونچ گئے ہیں جہاں وہ اقوام متحدہ سبھا کی جنرل اسمبلی میں شرکت کر رہے ہیں وہ امریکی وزیر خارجہ سے ہوئی۔ ۲ گھنٹے بات چیت کے متعلق روسی سرکار کو رپورٹ بھیجیں گے۔

امرتسر ۱۹ مارچ۔ بیگار سسٹم کو ختم کرنے کیلئے پنجاب کے چیف سیکرٹری نے تمام اضلاع کے ڈپٹی کمشنروں کو سرکلر ارسال کئے ہیں۔ جن میں انہیں ہدایت کی گئی ہے کہ بیگار سسٹم کو ختم کرنے کے لئے مناسب اقدامات کئے جائیں۔ اور کہا گیا ہے کہ جن افسران کے خلاف بیگار لینے کا جرم ثابت ہو جائے گا اُن کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔